عقد ثریا

(تذکرہ فارسی گویاں)

تالیف

غلام ہمدانی مصحفی

مرتبہ

بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق



شائع کردہ

انجمن ترقی اردو پاکستان

بابائے اردو روڈ۔ کراچی نمبر ۱

عقدِ ثریّا

(تذکرہ فارسی گویاں)

تالیف

غلام ہمدانی مصحفی

مرتبہ

بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق

شائع کردہ

انجمن ترقی اردو پاکستان، بابائے اردو روڈ۔ کراچی ۔ ۱

سلسلۂ مطبوعات انجمن ترقی اردو پاکستان، ۴۰۲

طبع اول : ۱۹۳۴ء
طبع دوم : ۱۹۷۸ء
تعداد : پانچ سو
قیمت : پانچ روپے

مطبوعہ : انجمن پریس ۔ نشتر روڈ کراچی

ناشر

انجمن ترقی اردو پاکستان
بابائے اردو روڈ ۔ کراچی نمبر ۱

جمیل الدین عالی
معتمد اعزازی

حرفے چند

مصحفی کا تذکرہ شعرائے فارسی موسومہ "عقدِ ثریا" ۱۹۳۴ء میں انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد (دکن) سے شائع ہوا تھا۔ نہیں معلوم کن اسباب کی بناء پر مصنّف تذکرہ کے علاوہ کسی اور کا کلام، نمونے کے طور پر پیش نہیں کیا گیا تھا۔ اب اشاعتِ ثانی کی نوبت آئی تو متن پر نظرِ ثانی کے ساتھ شامل تذکرہ شعرا کے کلام کا کچھ نمونہ دستیاب تذکروں سے ذیلی حواشی میں درج کر دیا گیا ہے۔ ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ شعرا کا جو کلام نمونے کے طور پر حواشی میں درج کیا گیا ہے وہ وہی ہے جو تذکرے کے اصلی نسخے میں تھا۔ البتہ ان اشعار سے ان شعرا کے کلام کا تھوڑا بہت اندازہ ہو سکتا ہے۔ قارئین کو اگر زیادہ کلام دیکھنا مقصود ہو تو محوّلہ تذکروں سے مل سکتا ہے۔

موجودہ اشاعت کی ترتیب اور کلام کے انتخاب کے لیے ادارہ جناب افسر صدیقی صاحب کا ممنون ہے۔

فہرست

مقدمہ

اُردو شاعری کا ستارہ اُس وقت چمکا جب کہ سلطنتِ مغلیہ کا آفتابِ اقبال گہنا رہا تھا۔ رفتہ رفتہ شاعری ایک پیشہ ہوگئی اور اُس عہد کے باکمال سخنور اپنے متاعِ ہُنر کو دربدر لیے پھرتے تھے کہ شاید کوئی قدر دان مل جائے۔ مصحفی ان سب میں زیادہ بدنصیب تھا۔

نام غلام ہمدانی ولد ولی محمد ابن درویش محمد، مصحفی تخلص[1]، وطن امروہہ اور مولد اکبر پور[2]۔

مولانا حسرت موہانی نے اپنے تذکرے میں سنہ پیدائش ۱۱۶۴ھ لکھا ہے لیکن یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ مصحفی اپنے تذکرہ ریاض الفصحا میں اپنے حالات کے آخر میں لکھتے ہیں کہ اس وقت میری عمر ۸۰ برس کی ہے۔ یہ تذکرہ ۱۲۲۱ھ میں شروع ہوا اور ۱۲۳۶ھ میں اختتام کو پہنچا۔ اس حساب سے اُن کی پیدائش ۱۱۴۱ھ اور ۱۱۵۶ھ کے درمیان واقع ہوتی ہے۔

ابتدائی تعلیم مکتب میں امروہہ ہی میں ہوئی اس کا اشارہ انھوں نے سید محمد زمان زمآن تخلص ساکن امروہہ کے حال میں کیا ہے[3]۔ اسی ضمن میں اپنے استاد کا بھی ذکر کر گئے ہیں لیکن نام نہیں لکھا۔ اصل تعلیم دلّی میں ہوئی۔ چنانچہ ریاض الفصحا میں لکھتے ہیں کہ فارسی اور اُس کی نظم و نثر کی تکمیل تیس سال کی عمر میں شاہجہاں آباد میں ہوئی۔ جن دنوں میں جلاوطن ہو کر اس دیار میں تازہ تازہ پہنچا تو علم عربی یعنی طبیعیات، الہیات اور ریاضی مولوی مستقیم ساکن گوپامؤ شاگرد مولوی حسن خواجہ تاش مولوی مبین عالم العلما سے حاصل کی اور میبذی اور صدرا پڑھا۔ قانونچہ کا درس مولوی منظہر علی سے لیا جو صرف و نحو میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ آخر عمر میں عربی ادب اور تفاسیر

---

(۱) تذکرہ ہندی گویان صفحہ ۲۴۷۔

(۲) تذکرہ میر حسن صفحہ ۱۹۰۔

(۳) تذکرہ ہندی گویان صفحہ ۱۱۰۔ نیز دیکھو صفحہ ۲۲۷ حال مخزول و صفحہ ۱۳۸۔ حال شہید۔ (تذکرہ ہندی گویان)

قرآن مجید کا مطالعہ کیا۔ لکھتے ہیں کہ عربی سے نابلد ہونے کا جو نقص تھا وہ میں نے اس شہر میں پہنچ کر رفع کر دیا۔ دوسرا نقص علم عروض و قافیہ کی ناواقفیت تھی۔ اس کی تلافی بھی میں نے چند روز میں اساتذہ کی تصانیف کا مطالعہ کر کے کر لی اور خود اس فن میں ایک رسالہ لکھا جس کا نام "خلاصۃ العروض" تھا۔

مصحفی نے اپنے استاد کا کہیں نام نہیں بتایا اور نہ کہیں اس کا ذکر کیا ہے۔ کسی اور تذکرے میں بھی اُس کا نام و نشان نہیں ملتا۔ البتہ صاحب "سراپا سخن" نے اُن کے اُستاد کا نام امانی لکھا ہے[1]۔ لیکن یہ نہ معلوم ہوا کہ یہ کون تھے، کہاں کے رہنے والے تھے اور کس قماش کے شخص تھے۔

اس پر سب تذکرہ نویسوں کا اتفاق ہے کہ ابتدائے شباب ہی میں وہ دلّی چلے آئے تھے اور وہیں اُن کی تعلیم و تربیت ہوئی اور وہیں اُن کی شعر و شاعری چمکی۔ دلّی سے انہیں خاص محبت تھی، اس کا ذکر اپنے تذکرہ میں جگہ جگہ بڑے شوق سے کرتے ہیں۔ وہاں کے مشاعروں، ملاقاتوں اور یارانِ عزیز کا ذکر خیر آپ اس تذکرے میں جا بجا پائیں گے۔

دلّی کہیں ہیں جس کو زمانے میں مصحفی — میں رہنے والا ہوں اُسی اُجڑے دیار کا

یہ وہ زمانہ تھا کہ گئی گذری حالت پر بھی دلّی کا ہونا یا دلّی سے منسوب ہونا یا وہاں کی بود و باش، تہذیب و شائستگی اور زباندانی کا تمغہ سمجھی جاتی تھی۔ اسی بنا پر تو انہوں نے اپنے بعض حریفوں پر چوٹ کی ہے۔

بعضوں کا گماں ہے کہ ہم اہل زباں ہیں — دلّی نہیں دیکھی ہے زباندان یہ کہاں ہیں

مصحفی نے اپنے بزرگوں کا پیشہ "نوکریِ خانۂ بادشاہ" لکھا ہے۔ لیکن جب سلطنت کے کاروبار میں خلل واقع ہوا تو ان کا روزگار بھی درہم برہم ہو گیا۔ میر حسن اپنے تذکرے میں لکھتے ہیں کہ ان کی بسر اوقات تجارت[2] پر تھی۔ مصحفی نے اپنے حال میں اس کا کہیں ذکر نہیں کیا لیکن

---

(۱) ص ۵۴۔
(۲) تذکرہ میر حسن صفحہ ۱۹۰۔ سبزنگر نے بھی بحوالہ عشقی اس کی تائید کی ہے۔

دلی کے قیام کے ذکر میں جو چند جملے ضمناً اُن کی قلم سے نکل گئے ہیں اس سے یہ قیاس ہوتا ہے کہ امیر حسن کا خیال صحیح ہے کہ اُس زمانے میں اُن کی گزران تجارت ہی پر تھی لکھتے ہیں۔

"میں شاہجہاں آباد میں بارہ سال تک دور نواب نجف خان مرحوم میں گوشہ عزلت میں رہا اور اس افراتفری کے زمانے میں تلاشِ معاش کے لئے کسی کے دروازے پر نہیں گیا۔"(۱)

اس سے قیاس ہوتا ہے کہ دلی میں وہ اپنی معاش اپنے دست و بازو سے کماتے تھے اور کسی کے دستِ نگر نہ تھے۔

اگرچہ بقول خود وہ دہلی میں بارہ سال تک عزلت گزیں رہے لیکن اس پر بھی مشاعروں کی شرکت، شعر و شاعری کا چرچا برابر جاری رہا اور خود بھی اپنے ہاں مشاعرے ترتیب دیتے رہے(۲) اور اُس وقت بھی اُن کی شاعری اس درجے کی سمجھی جاتی تھی کہ لوگ اُن کے شعر سننے کے لئے اُن کے مکان پر حاضر ہوتے تھے۔(۳)

دلی کا رنگ بدلا ہوا تھا، حالات نامساعد تھے۔ بسر اوقات کے ذرائع تنگ ہو رہے تھے، ناچار اپنے دوسرے معصروں کی طرح دل پر پتھر رکھ کر دلی کو خیرباد کہا اور وادی غربت میں قدم رکھا۔ دلی کی حالت اُس وقت کیسی ہی ہو، اُس کا چھوڑنا کچھ آسان نہ تھا۔ وطن تو خیر سب ہی کو عزیز ہوتا ہے مگر اس میں کچھ ایسی کشش تھی کہ باہر سے بھی جو لوگ وہاں آگئے تھے انہیں وہ وطن سے زیادہ عزیز ہو گئی تھی۔ پیٹ بڑا ظالم ہے اُس کی خاطر یہ مفارقت بھی گوارا کرنی پڑی۔ لیکن مرتے دم تک اس کا داغ دل سے نہ مٹا اور جب تک رہے اور جہاں رہے اُس کی صحبتوں اور خوبیوں پر مٹے رہے اس

---

(۱) تذکرہ ہندی گویان صفحہ ۲۴۷

(۲) تذکرہ ہندی گویان، حال اسد صفحہ ۱۶، امین صفحہ ۲۰، فراق صفحہ ۱۵۷، شتاق صفحہ ۲۱۷، مختر صفحہ ۲۲۴، نالاں صفحہ ۲۶۱، نصیر صفحہ ۲۶۱، ہاتف صفحہ ۲۷۰۔ نیز دیکھو عمدہ منتخبہ و مجموعہ نغز۔

(۳) دیکھو تذکرہ ہندی گویان ذکر عاقل صفحہ ۱۵۱

مقام پر ایک بات غور و تامل کے قابل ہے یہ لوگ جہاں جہاں گئے (مثلاً فرخ آباد، عظیم آباد اور خاص کر لکھنؤ) وہاں والوں نے انہیں سر آنکھوں پر بٹھایا، عزت و حرمت سے پیش آئے۔ آسائش پہنچائی۔ مسافر نہیں مہمانِ عزیز سمجھا اور وہ خدمت کی کہ غربت کی کلفت دلوں سے محو ہو گئی۔ آج کل یہ حال نہ تھا کہ کوئی بھولا بھٹکا باکمال آگیا تو سمجھے کہ غنیم چڑھ آیا۔

مصحفی دلی سے آنولہ اور ٹانڈہ پہنچے۔

جب میکدہ چھٹا تو رہی کیا جگہ کی قید مسجد ہو، مدرسہ ہو، کوئی خانقاہ ہو

ٹانڈے میں نواب محمد یار خاں امیر خلف نواب علی محمد خاں، صاحب ذوق اور قدر شناس امیر تھے، شاعروں کا اُن کے ہاں اچھا خاصا جمگھٹا تھا۔ فدوی لاہوری، میر محمد نعیم نعیم، پروانہ علی شاہ، پروانہ، میاں عشرت حکیم کبیر، محمد قائم وغیرہ مجلس شعر و سخن کے رونق افروز تھے۔ میاں مصحفی بھی شریک صحبت ہو گئے۔ نواب نے میر سوزا اور مرزا محمد رفیع سودا کو بھی خط لکھ کر بھیجا اور اپنے ہاں بلایا، وہ اُس زمانے میں مہربان خاں رند کی سرکار میں ملازم تھے، فرخ آباد کو چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ لیکن یہ مجلس زیادہ مدت جمنے نہ پائی۔ سکرتال کی لڑائی (۱۸۵اھ) میں نواب ضابطہ خاں کو شاہ عالم نے مرہٹوں کی امداد سے ایسی شکست دی کہ ٹانڈے کی امارت درہم برہم ہو گئی۔ بیچارے فلک زدہ شاعروں کا وہاں کوئی ٹھکانا نہ رہا اور منتشر ہو گئے۔

مصحفی ٹانڈے سے ۱۸۵اھ کے لگ بھگ لکھنؤ پہنچے۔ یہ نواب شجاع الدولہ کا زمانہ تھا۔ سودا وہاں پہلے سے موجود تھے۔ اُن سے اور بعض مشہور شعرا سے ملاقات ہوئی۔ ابھی سال بھر ہی رہنے پائے تھے کہ طبیعت اچاٹ ہوئی اور پھر دلی کا رُخ کیا۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ وہاں کوئی سرپرست اور قدردان نہ ملا اور روزگار کی کوئی صورت نہ نکلی۔ لیکن دلی میں کیا رکھا تھا، حالت پہلے سے بھی بدتر تھی۔ آخر تھوڑے دنوں کے بعد ہی دوبارہ لکھنؤ پہنچے۔

لکھنؤ پہنچ کر چند روز صبا (لالہ کانجی مل، کالیتھ سکسینہ) کے ہاں قیام[1] رہا۔ اس کے بعد

---

(۱) تذکرہ ہندی گویان صفحہ ۲۱

چندے میر محمد نعیم خاں کی رفاقت میں رہے۔ پھر مرزا زین العابدین عرف مرزا مینڈو سرِ تخلص (فرزند نواب سالار جنگ) نے جو اردو شاعری کے بڑے دلدادہ تھے بہ سلسلۂ شاعری اپنی رفاقت و مصاحبت میں لے لیا۔ مصحفی لکھتے ہیں کہ بڑی عزت سے پیش آتے تھے اور شعر و سخن میں مشورہ کرتے تھے۔ چار سال تک یعنی ۱۲۰۵ھ تک انہیں کے پاس رہے۔(۲)

دلی کے شاہزادے، شاہ عالم کے بیٹے مرزا سلیمان شکوہ اس زمانے میں لکھنؤ میں تھے۔ صاحب عالم نے لکھنؤ کی سرزمین پر چھوٹی سی دلی بسا رکھی تھی اور سارا ٹھاٹ وہی قائم کر رکھا تھا۔ دلی سے جو جاتا پہلے اُن کی سرکار میں اپنا ٹھکانا ڈھونڈھتا۔ شعر و سخن سے ذوق رکھتے تھے اور شعرا اور اہل کمال کے قدردان تھے۔ انشا، جرأت، سوز، مصحفی وغیرہ انہیں کے دربار میں ملازم تھے یا انعام و اکرام سے سرفراز ہوتے تھے۔ بارہ سو سات آٹھ ہجری میں مصحفی بھی میر انشاء اللہ کی وساطت سے اس دربار میں داخل ہوئے(۳)

ہمارے درباروں میں حسد و رشک، رقابت و غمازی اور سازو باز کی گرم بازاری ہمیشہ رہی ہے۔ ہر منہ چڑھا مصاحب دوسرے کے اکھاڑنے اور اپنے جمانے کی فکر میں رہتا ہے اور اس میں وہ عیاریاں اور افترا پردازیاں، حرفتیں اور جدتیں کام میں لائی جاتی ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ انشا، جرأت اور مصحفی خواجہ تاش اور ہم پیشہ تھے۔ اول اول شاعرانہ چشمک رہی، بعد میں بڑھتے بڑھتے نوبت جنگ و جدل اور فحش اور پھکڑ تک پہنچ گئی۔ ان ہزلیات میں مصحفی اور انشا نے وہ وہ کیچڑ اچھالی ہے کہ حیا اور غیرت کی آنکھیں نیچی ہو جاتی ہیں۔ سید انشا بے حد ظریف ٹھٹھول اور بے چین طبیعت کے تھے اور اس پر ذہانت اور غضب تھی مصحفی نجینا اور پرانے استاد تھے ساتھ شاگردوں کا لشکر تھا۔ انشا کی زیادتیاں گوارا نہ ہوئیں، ترکی بہ ترکی جواب دینے لگے۔ غرض ایک ہنگامہ برپا ہو گیا جس کے مزے صاحبِ عالم اور نواب بھی لینے لگے اور شہر والوں کو ایک دل لگی

---

(۱) تذکرہ ہندی گویان صفحہ ۲۵۔ (۲) تذکرہ ہندی گویان صفحہ ۱۱۸

(۳) تذکرہ ہندی گویان صفحہ ۱۲۱۔ آزاد نے جو یہ لکھا ہے کہ مصحفی پہلے سے دربار میں تھے اور انشا بعد میں آئے صحیح نہیں

ہاتھ آ گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انشا اپنی طراری، تیزی اور رسوخ سے بازی لے گئے۔ اور مصحفی کو خفت نصیب ہوئی۔ صاحب عالم کی نظریں ان کی طرف سے پھر گئیں، تنخواہ میں بھی تخفیف ہوئی اور آخر میں قطع تعلق کر کے خانہ نشین ہو گئے۔ اپنی تنخواہ کا ذکر کس حسرت سے کیا ہے:۔

چالیس برس کا ہی ہے چالیس کے لائق — تھا مرد معمر کہیں دس بیس کے لائق
اے وائے کہ پچیس سے اب پانچ ہیں اپنے — ہم بھی کبھی روزوں میں تھے پچیس کے لائق
استاد کا کرتے ہیں امیر اب کے مقرر — ہوتا ہے جو در ماہہ کہ سائیس کے لائق

مصحفی طبیعت کے بہت نیک اور مرنج و مرنجان شخص تھے۔ اُن کے ہمعصر تذکرہ نویسوں نے اُن کے مزاج اور اخلاق کی بہت تعریف کی ہے اور اُنہیں خلیق، متواضع، مسکین وضع، مسکین نہاد اور نیک سیرت لکھا ہے[1]۔ وہ کبھی درباری شاعروں سے نہ الجھتے۔ لیکن جب دوسری طرف سے چھیڑ شروع ہوئی تو اُس کے جواب میں خاموش رہنا ممکن نہ تھا۔ کچھ تو شاعری کا گھمنڈ، کچھ درباری حالات اور اس پر شاگردوں کی شہ نے معاملہ کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔

یہ حالات اُس زمانے کی معاشرت پر دھندلی سی روشنی ڈالتے ہیں۔

مصحفی کی زندگی پریشان حالی، تنگدستی اور عسرت میں گزری۔ اگرچہ کئی امیروں کی رفاقت اور صحبت رہی اور شاگرد بھی اُن کے کثرت سے ہوئے جن میں بڑے بڑے لوگ بھی تھے مگر کبھی فراغ بالی اور معاش کی طرف سے اطمینان نصیب نہ ہوا۔ علی لطف صاحب گلشن ہند نے ان کے احوال میں صحیح لکھا ہے "برسوں سے اوقات لکھنؤ میں بسر کرتا ہے۔ ضیق معاش تو وہاں ایک مدت سے نصیب اہل کمال ہے اسی طور پر درہم برہم اس غریب کا بھی احوال ہے"۔ آخر میں یہ حال ہو گیا تھا کہ یا تو سعادتمند شاگرد اُن کی مدد کرتے تھے یا غزلیں بیچ بیچ کے اپنی بسر اوقات کرتے تھے۔ اس طرح کلام کا بہت سا حصہ دوسروں کی قسمت میں آ گیا۔

---

(۱) دیکھو ذکر مصحفی تذکرہ قدرت اللہ شوق تذکرہ قدرت اللہ قاسم اور عمدۂ منتخبہ ہیں۔

مصحفی نے عمر بھی بہت پائی، پُرانے اُستاد جنہوں نے اردو کی بنیادوں کو مضبوط کیا اور نئی پود جس نے آگے چل کر بڑا نام پایا، سب کو دیکھا، پرکھا اور اکثر اُن کے سامنے چل بسے۔ وفات کا صحیح سنہ معلوم نہ ہوسکا۔ تذکرہ ریاض الفصحا میں جس کا سنہ اختتام ۱۲۳۶ھ ہے لکھتے ہیں کہ اس وقت میری عمر اسّی سال کی ہے۔ شیفتہ نے اپنے تذکرہ میں لکھا ہے کہ آج کے دن مصحفی کیرے دس سال ہوتے ہیں۔ یہ تذکرہ ۱۲۵۰ھ میں لکھا گیا، اس حساب سے اُن کا سنہ وفات ۱۲۴۰ھ ہوا، اور عمر چوراسّی سال کی۔

مصحفی کے استاد ہونے میں شبہ نہیں۔ بڑے مشاق اور پختہ گو شاعر تھے۔ آٹھ دیوان، متعدد قصائد اور مثنویاں اُن کی تصنیف سے اب تک باقی ہیں۔ علاوہ اس ضخیم کلام کے شعرا کے تین تذکرے بھی اُن کی بڑی یادگار ہیں جو اب تک گمنامی میں پڑے ہوئے تھے۔

سب سے پہلا تذکرہ فارسی گو شعرا کا ہے جس کا نام عقد ثریا ہے۔ اس میں تین قسم کے شعرا کا ذکر ہے۔ اول شعرائے ایران جو ہندوستان میں کبھی نہیں آئے۔ دوسرے وہ شعرائے ایران جو ہندوستان آئے۔ تیسرے ہندوستانی فارسی گو شاعر۔ دوسرا تذکرہ اردو کہنے والے شاعروں کا ہے تیسرے تذکرے کا نام ریاض الفصحا ہے۔ اس تذکرے کی ضرورت یوں پیش آئی کہ جن لوگوں کے نام پہلے تذکرے میں لکھنے سے رہ گئے تھے اُن کا ذکر اس میں کیا گیا ہے۔

ان تینوں میں تذکرہ نمبر ۲ یعنی تذکرۂ ہندی اصل ہے، باقی دو کو اُس کا تکملہ سمجھنا چاہئے یہ تذکرہ جیسا کہ خود مصحفی نے لکھا ہے۔ میر مستحسن خلیق خلف میر حسن کی فرمائش سے تحریر میں آیا اور عہد فردوس آرامگاہ (محمد شاہ بادشاہ) سے شاہ عالم بادشاہ کے زمانے تک کے شعرا کا حال درج ہے۔ بعض متقدم شعرا کے حالات تیمناً لکھ دئے گئے ہیں لیکن زیادہ تر اس میں معاصرین ہی کا ذکر ہے[1]۔

مصحفی کا زمانہ معمولی نہیں تھا۔ یہ اردو زبان کی ترقی و فروغ کا نہایت ممتاز دور ہے۔

---

(۱) تذکرہ ہندی گویان صفحہ ۳، ۴

اگرچہ فارسی کا رواج عام تھا، مکتبوں اور مدرسوں میں فارسی کی تعلیم برابر جاری تھی، فارسی کا پڑھنا علم و فضل ہی کے لئے نہیں بلکہ تہذیب و شائستگی کے لئے لازم خیال کیا جاتا تھا۔ لوگ فارسی شعر و سخن کے ایسی ہی دلدادہ تھے جیسے اکبر و جہانگیر کے زمانے میں۔ اس کا ایک بڑا ثبوت یہ ہے کہ یہی تذکرے جو اُردو شعرا کے ہیں فارسی میں لکھے گئے۔ اس سے پہلے اور بعد بھی بہت سے تذکرے جو اردو شاعروں کے لکھے گئے فارسی میں ہیں۔ لیکن اردو زبان رفتہ رفتہ زور پکڑتی جاتی تھی اور مصحفی کے زمانے میں تو اُس نے یہ قوت حاصل کر لی تھی کہ ہمارے مستند شاعر فارسی کو چھوڑ کر اُردو کی طرف مائل ہو رہے تھے۔ خود مصحفی جو فارسی میں بھی شعر کہتے تھے اور فارسی کے دو دیوان مرتب کر چکے تھے جن میں سے ایک نظیری نیشاپوری کے جواب میں ہے، اپنے حال میں لکھتے ہیں "بمقتضائے رواجِ زمانہ آخر کار خود را مصروف بہ ریختہ گوئی داشتہ برائے این کہ رواجِ شعر فارسی در ہندوستان بہ نسبت ریختہ کم است و ریختہ ہم فی زمانا بہ پایۂ اعلیٰ فارسی رسیدہ (بلکہ از و بہتر گردیدہ)[1]"۔ اس سے بڑھ کر کوئی اور مستند شہادت نہیں ہو سکتی۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اس دور میں اُردو کے ایسے بلند پایہ شاعر ہوئے ہیں جن کی بدولت اُردو نے وہ فروغ حاصل کیا کہ ہندوستان میں فارسی شاعری کا خاتمہ ہو گیا۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اُردو میں لطافت و شیرینی، قوت اور وسعت پیدا کی اور اُس کی بنیادوں کو مضبوط کیا۔ اُن کی زبان اور کلام کا اثر اب تک باقی ہے اور باقی رہے گا۔

مصحفی کی حاتم سے لے کر نصیر دہلوی تک ذاتی ملاقات تھی۔ بعض اُن میں سے بزرگ تھے جیسے حاتم، خواجہ میر درد، میر، سودا، فغاں وغیرہ۔ بعض ہم عمر اور ہمعصر تھے مثلاً قائم، جرأت، سوز، بقا، انشا، حسن، حسرت وغیرہ۔ بعض نو مشق تھے اور نام پیدا کر رہے تھے جیسے آتش، ناسخ، نصیر، رنگین، ممنون، طپش، خلیق، افسوس وغیرہ وغیرہ۔ شاگرد بھی مصحفی کے اس کثرت

(۱) تذکرۂ ہندی گویان صفحہ ۲۴۸۔ قوسین کے الفاظ ایک نسخہ میں ہیں دوسرے میں نہیں۔

سے تھے کہ پرانے اساتذہ میں شائد ہی کسی کے ہوں چنانچہ خود فرماتے ہیں سو

شاگرد تازہ از پس شاگرد می رسد   یعنی رجوع خلق بسوبت ہماں کہ بود

ان میں سے بعضوں نے بہت نام پایا مثلاً ضمیر، خلیق، رنگین، پروانہ، تنہا اور منتظر اور گرم وغیرہ اُن کے خاص اور عزیز شاگرد تھے۔ اکثر کا حال ان تذکروں میں موجود ہے ان تذکروں میں اکثر شعرا ایسے ہیں جن سے مصحفی ذاتی طور پر واقف تھے یا اُن سے دوستانہ تعلقات تھے۔ جن کو نہیں جانتے تھے اُن کے متعلق صاف لکھ دیا ہے کہ میں نہیں جانتا۔

مصحفی نے اپنے تذکرے صاف اور سیدھی زبان میں لکھے ہیں، تکلف اور تصنع اور عبارت آرائی سے کام نہیں لیا۔ کہیں بے جا طول نہیں دیا، جو حالات جس کسی کے معلوم تھے مختصر طور پر صاف صاف لکھ دئے ہیں۔ انہیں حالات کے ضمن میں کہیں کہیں اُس زمانے کی شعر و شاعری اور اردو ادب کے آثار چڑھاؤ کی کیفیت بھی معلوم ہو جاتی ہے۔ مثلاً حاتم کے ذکر میں اُن کی زبانی ولی کے دیوان کا شاہجہاں آباد میں آنا، لوگوں میں اُس کا چرچا ہونا، بعض صاحبوں کا ایہام گوئی پر اردو شاعری کی بنیاد رکھنا چند سطروں میں خوبی سے بیان کیا ہے۔ اُسی کے ساتھ حاتم کی بزرگی، اُن کے دیوان زادے اور حکیمت استادی کا تذکرہ بھی اپنے انداز میں خوب لکھا ہے۔ دہلی اور لکھنؤ میں مشاعروں کی حالت، اپنے مشاعرے کا ذکر بعض نامور اور معاصر شعرا کی ملاقات کا حال جگہ جگہ لکھتے گئے ہیں۔ ایک جگہ مشاعروں کے متعلق لکھا ہے کہ تجربہ میں آیا ہے کہ ایسی مجلسیں ایک سال سے زیادہ نہیں رہنے پاتیں، ضرور کوئی نہ کوئی تفرقہ اور خلل پیدا ہو جاتا ہے۔[۲]

وہ اپنے تذکروں میں شعرا کے کلام کے متعلق رائے لکھتے ہیں لیکن اُس میں

---

(۱) صفحہ ایک (۲) حالب شیخ مغل خاں (تذکرہ ثانی)

تنقیدی حیثیت بہت کم ہوتی ہے۔ تاہم بعض نامور شعراء کے متعلق ان کی رائیں خاص وقعت رکھتی ہیں۔ مثلاً سودا کے تذکرے میں اگرچہ پورا ایک صفحہ بھی نہیں لکھا لیکن جو کچھ لکھا ہے اُس میں اُن کے کمال اور سیرت کی تصویر کھینچ دی ہے۔ نکتہ چینوں کے اعتراضات بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں "غرض ہرچہ بود، در روانیِ طبع نظیر خود نہ داشت"۔ اور آخر میں کہتے ہیں "نقاشِ اولِ قصیدہ در زبان ریختہ اوست، حالا ہرکہ گوید پیرو و متبعش خواہد بود۔"

مظہر جان جاناں کی نسبت فرماتے ہیں کہ "در دورِ ایہام گویان اول کسے کہ شعر ریختہ بہ تتبع فارسی گفتہ اوست۔" آخر میں لکھتے ہیں "فی الحقیقت نقاشِ اولِ ریختہ بایں دتیرہ باعتقاد فقیر مرزاست، بعدہ تتبعش بہ دیگراں رسیدہ۔"

سودا سے مقابلہ کرنے کے بعد جس کا رواج اُس وقت عام تھا اور جس کا اثر اب بھی باقی ہے۔ میر صاحب کی نسبت فرماتے ہیں "غرض ہرچہ ہست استادیٔ ریختہ برو مسلم است ..... ہمہ ریختہ گویان ہند سند از کلامش می آرند و اورا دریں فن مستثنیٰ می دانند و الحق چنیں است۔"

یقینؔ کے کلام کے متعلق بھی قریب قریب وہی رائے ظاہر کی ہے جو مظہر جان جاناں کے حق میں لکھی ہے۔ آخر یقین ہیں تو مظہر ہی کے تربیت یافتہ۔ کہتے ہیں کہ "در دورۂ ایہام گویان اول کسے کہ ریختہ راشستہ و رفتہ گفتہ ایں جوان بود، بعد ازاں تتبعش بدیگراں رسیدہ۔"

مصحفی پہلے شخص ہیں جنہوں نے میر حسن کی مثنوی کی سچی تعریف کی ہے "در مثنویِ آخر کہ سحر البیان نام دارد ید بیضا نمودہ۔ الحق کہ کار کارِ اوست۔ قطع نظر از بلاغتِ شاعری زبانش بسیار بامزہ وشیریں و عالم پسند افتادہ۔"

ہمعصروں کے کلام کے متعلق صحیح رائے کا ظاہر کرنا آسان نہیں، اور خاص کر ایسے لوگوں کے متعلق جن سے آویزش اور چشمک رہی ہو۔ انشاء اللہ خاں اور اُن میں کیا کچھ نہیں گزری تھی اور ان بزرگوں نے کون سی بات تھی جو اٹھا رکھی تھی۔ اس پر بھی جب

وہ انشا کا حال لکھنے بیٹھے تو سچی تعریف اور بے لاگ رائے ظاہر کرنے میں کوتاہی نہیں کی۔ اُن کی ہمہ زبانی اور خاص کر فارسی دانی کی تعریف کی ہے انشا نے مثنوی شیر برنج مولانا بہار الدین آملی کی مثنوی نان وحلوا کے جواب میں لکھی اُس کی نسبت لکھتے ہیں "بسیار لطفا گفتہ داد فصاحت زبان فارسی دروداده"۔ اُن کے اُردو کلام کے متعلق یہ فقرہ لکھا ہے "اگرچہ ہمہ کلامش در عالم ظرافت، خالی از کیفیتے نیست امانچہ از اشعار سادہ اش انتخاب فقیر افتادہ انیست"۔ اُن کے کلام کا انتخاب بھی بہت اچھا کیا ہے۔ انتقال کے بعد بھی انہیں یاد کیا ہے سو

مصحفی کس زندگانی پر بھلا میں شاد ہوں ۔ یاد ہے مرگ قتیل و مردنِ انشا مجھے

بقا سے مصحفی کے دوستانہ تعلقات تھے اور وہ اُس کے خلق وظرافت اور قناعت کی تعریف کرتے ہیں لیکن کلام کے متعلق صاف لکھ دیا ہے کہ "در قصیدہ ید طولی دارد اما در گفتن غزل بطی است"

آتش اُن کے شاگرد تھے، اُن کے متعلق کیا صحیح رائے دی ہے "اگر عمرش وفا کردہ وچندیں سال بریں دتیرہ رفت وفکر متینش را مانعے در پیش نیاید یکے از بے نظران روزگار خواہد شد"

رنگین بھی اُن کے شاگرد تھے کیا خوب کہا ہے کہ "ہر چند چنداں بہرہ از علم ندارد لما ذکاوت طبعش بر صاحب علمان غالب"۔ رنگین نے اپنا دیوان اصلاح کے لئے پیش کیا شروع سے آخر تک دیکھ کر فرمایا "کلامش بسیار کم اصلاح بر آمدہ"۔ اصل رائے یہ ہے "چوں مزاجش عشق باز افتادہ، اکثر قطعہائے خوب خوب وغزل ونامہ ہائے نغز نغز بہ سلکِ نظم کشید"۔

ناسخ کی نسبت ایک جگہ فرماتے ہیں "تلاش ہائے معانی تازہ می کند"۔ ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں "بہ معنی بندیٔ تازہ علمِ استادی برافراشتہ"۔ لیکن مصحفی اس قسم کی شاعری کو جس میں معنی بندی اور "اشعار خیالی" زیادہ ہوتے ہیں پسند نہیں کرتے تھے۔(۱)

---

(۱)، دیکھو ذکر واجد تذکرہ ثانی۔

مصحفی کے تذکروں میں بیسیوں ہندو شاعروں کا حال درج ہے۔ ان کا ذکر بھی اسی گرم دلی اور خوبی سے کرتے ہیں جیسا دوسروں کا۔ اس سے اُس زمانے کی تہذیب اور آپس کی یک جہتی کا اندازہ ہوتا ہے۔

تذکرے میں اکثر نامور شعرا کی تاریخ وفات کے قطعے لکھے ہیں۔ اس فن میں انہیں خاص دخل تھا۔

میر سوز کے ابتدائی تخلص "میر" کی شہادت بھی اس تذکرے سے ملتی ہے۔

سعادت امروہوی کا حال بھی لکھا ہے لیکن میر صاحب کے تعلق تلمذ و استادی کا ذکر نہیں کیا۔

مصحفی نے اپنے تذکروں میں ضمناً صرف تین تذکروں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یک تذکرہ میر حسن[1] دوسرے تذکرہ گردیزی[2] تیسرے تذکرہ[3] قدرت اللہ شوق۔

ایک بات اور قابل لحاظ ان تذکروں میں پائی جاتی ہے۔ جہاں تک تحقیق ہوا ہے اُردو شعراء میں مصحفی پہلے شخص ہیں جنہوں نے "اردو" کا لفظ زبان کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ ان تذکروں میں کئی جگہ یہ لفظ آیا ہے۔ حضور کے حال میں ذکر کرتے ہیں کہ ایک روز شاہجہاں آباد میں لطف علی خاں ناطق کے گھر پر مشاعرہ تھا۔ میر صاحب کی طرحی غزل میں قافیہ کے بعد ردیف "اور" بمعنی طرف تھی۔ بعضے فصحا نے اُسے خلافِ "اردو" خیال کر کے اُس کی پیروی نہ کی۔ نثار کے حال میں لکھتے ہیں کہ "ادائے زبان اردو چنانچہ باید از زبانِ ندرت بیانش می شود" قہر کے تذکرے میں مرزا قتیل کے متعلق فرماتے ہیں کہ "ادہم باوصفِ فارسی گوئی دعوئے اُردو دانی ریختہ داشت" اسی طرح مہجور کے حال میں لکھا ہے کہ "سہ کتاب در زبانِ اردوئے ریختہ شکر آمیختہ از خامہ فکرش رونق سواد پذیرفتہ" لیکن زبان اردوئے معلیٰ کا لفظ سب سے پہلے میر صاحب نے اپنے تذکرہ

(۱) تذکرہ ہندی گویان صفحہ ۸۰ ذکر خاکسار۔ صفحہ ۲۶۰ ذکر نالاں

(۲) دیکھو صفحہ ۴۳ ذکر لیتا۔ تذکرہ ہندی گویان

نکات الشعراء میں لکھتا ہے (۳)۔ انشانے بھی جا بجا دریائے لطافت میں اُردو کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اس کے بعد پھر میر امن کی باغ و بہار میں نظر آتا ہے۔

پہلے تذکرے کے آخر میں چند شاعر عورتوں کا حال بھی درج ہے۔

ان تینوں تذکروں کی تصنیف کی تاریخیں یہ ہیں۔

تذکرۂ اول، ہندی گویان۔ سنہ ۱۲۰۱ھ سے قبل شروع ہوتا ہے اور سنہ ۱۲۰۹ھ میں ختم ہوتا ہے۔ تاریخ اختتام تو مصحفی نے خود لکھ دی ہے۔ ابتدا کا صحیح سنہ تو معلوم نہیں ہو سکا لیکن خاکسار کے ذکر میں میر حسن (متوفی سنہ ۱۲۰۱ھ) کا تذکرہ ضمناً آگیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ وہ اس سنہ سے قبل لکھنا شروع کر چکے تھے۔

تذکرۂ دوم، ہندی گویاں۔ اس کا سنہ تصنیف اُس کے نام ریاض الفصحا سے نکلتا ہے یعنی سنہ ۱۲۲۱ھ لیکن یہ تاریخ آغاز ہے، تاریخ اختتام سنہ ۱۲۳۶ھ ہے۔

تذکرۂ فارسی گویان یعنی عقد ثریا کا سنہ تصنیف ۱۱۹۹ھ ہے۔

ہندی گو شاعروں کے دو تذکرے ہیں۔ ان میں بعض شعرا کے حالات مشترک ہیں، اس لئے کہیں کہیں بعض شعرا کے حالات کے متعلق رائے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہ تعجب کی بات نہیں کیونکہ جیسا کہ خود مصحفی نے لکھا ہے ایک عالم شباب کا نتیجہ ہے اور دوسرا زمانۂ شیب کا۔

ہندی گویوں کا پہلا تذکرہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے نسخے پر مبنی ہے۔ البتہ اس کا مقابلہ خدا بخش خاں کے کتب خانے کے نسخے سے کیا گیا۔ بعض مشتبہ مقامات کا مقابلہ کتب خانہ مدرسۂ ندوۃ العلما سے بھی کیا گیا۔ باقی دو تذکرے خدا بخش خاں کے کتب خانے کے نسخوں کی نقل ہیں۔ بعد ازاں ان تینوں تذکروں کے مبیضوں کا مقابلہ کتب خانۂ ریاست رام پور کے نسخوں سے ہوا۔ افسوس ہے کہ کتب خانۂ خدا بخش خاں اور رام پور کے نسخے بہت غلط اور بدخط نکلے۔ تاہم مقابلے سے بعض مقامات کی کچھ نہ کچھ تصحیح ہو گئی۔

---

(۳) صفحہ ایک

میں قاضی عبدالودود صاحب بیرسٹرایٹ لا ایڈوکیٹ پٹنہ کا ممنون ہوں کہ انہوں نے دونوں نسخوں کی نقل خدابخش خاں کے کتب خانے سے لکھوا کر بھیجی اور خود بڑی احتیاط سے تینوں نسخوں کا مقابلہ وہاں کے نسخوں سے کیا۔

حاشیہ میں ان نسخوں کا حوالہ درج کر دیا گیا ہے۔ ن۔ خ سے مراد نسخہ کتب خانہ خدابخش خاں ہے۔ اور ن۔ ر سے نسخہ رام پور۔ جہاں صرف ن لکھا ہے اُس سے بھی نسخہ رام پور مراد ہے۔

عبدالحق

حیدرآباد دکن

۸ رنومبر ۱۹۳۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اوّل کہ زباں سلسلہ جنبانی کرد — از سلسلۂ طرفہ سخن رانی کرد
یعنی کہ زحمدِ حق چو پیچیدہ عناں — زد بر درِ نعت ومنقبت خوانی کرد

طائرِ تیز پرِ وہم وخیالِ انسان سُست بنیان راچہ یارا کہ باوج ہوائے محمدت وثنائے باری عز اسمہٗ بال پرواز تواند کشود ومرغِ آسمان سیر اندیشۂ آدمی خاکی نژاد راچہ طاقت کہ بقوتِ تیز پری وبلند پردازی ادراکِ خود را، بسرِ آشیان عنقائے معرفتش تواند نمود - اینجا اندیشہ رادل وتوسن خیال رانعل واژگوں، لہٰذا کشتیٔ مدرکہ را ایں دریائے طوفاں خیز بساحلِ نجات افگندہ از گل چینیٔ گلستانِ نعت ومنقبت، بندِ گلوئے سخن می گردد وایں بادہ راچوں گلِ رعنا بیک ساغر پیماید۔

نبی وعلی ہر دو چوں مہر وماہ — کزانیاں شدہ روشن ایں جلوہ گاہ
نبی وعلی ہر دو چوں دست وتیغ — کہ بُرّد سرِ دشمناں بے دریغ
کہ سطحِ فلک آورد زیر پائے — نبی را چو آمد براق ازخدائے
علی آں سوئے عرش پرواز کرد — درِ گنجِ پوشیدہ را باز کرد

امابعد بر رہ نوردانِ مراحل معنی ومنزل شناسانِ طریقِ نکتہ دانی پوشیدہ مباد کہ ایں کوچہ گردِ شہرِ رسوائی عشق کلام موزوں خود را کہ غلام ہمدانی نام دارد ومصحفی تخلص می کند از ہجوم فکرِ شعر فرصت آں کجا بود کہ بفراہم آوردن اشعارِ دیگراں قلم جادو رقم را فرسودہ ومندرس سازہم ازیں کہ سرانجام ایں مہم عظیم باوصف حاضر بودن دل ودماغ نیز سرمایۂ تام وموادِ کلی می خواست۔

بواسطۂ بے سروسامانی کہ تصریح آں بسببے نمی خواہد گاہے بطرفِ تالیفِ بیاض تذکرہ ہمت نمی گماشت محض بر ترانہ سنجی طبعِ موزونِ خویش اکتفا کردہ خود را شب و روز در تسوید و تقیید غزل ہندی و فارسی مشغول می داشت و آخر آں بے بضاعتی در دارالخلافۂ شاہجہاں آباد حرسہا اللہ عن الفتن و الفسا و طرحِ مشاعرہ کردہ از اکثرے گوئے سبقت ربودہ، باوجودِ مہارتِ کلی در زبانِ فارسی بمقتضائے رواجِ زمانہ خود را در سلکِ ریختہ گویاں کشیدہ صرفِ اوقاتِ عزیز در ریختہ گوئی می کرد وقتے کہ زبان دان ایں زبان دوچار می شد با او بتکلیفِ ہم زبانیش جامِ سخن را گاہ گاہے می پیمود و دربستۂ صندوقچۂ فرہنگ دیوانِ فارسی بر روئے یاران جوہر شناس لفظ و معنی می کشود والا ہمیں شعرِ ریختہ کہ در زمانۂ ما بسببِ فصاحت و بلاغتِ ایشاں از زبانِ فارسی در[1] پلہ کم ہم نیست نمک پاش سینۂ ایشاں و مرہم جراحتِ درویشاں بود[2] تا آنکہ مرزا محمد حسن قتیل تخلص کہ مفصل احوال ایشاں در حرف القاف سمتِ تحریر خواہد پذیرفت در ایامے کہ مجلس مشاعرہ بفقیر خانہ زینت انعقاد داشت از ساحت لشکر نواب ذوالفقار الدولہ بہادر شاہجہاں آباد گذر انگند زمزمۂ غزل فارسی بگوش ایں مزاج دانِ سخن رسانیدہ باعثِ شعرِ فارسی خواندن در مجلس ریختہ گویاں گردید و آتشِ خاموش ایں زبانم را چار و ناچار کار بزباں کشیدن افتاد اکثر دراں روز ہا باہم ہم طرح بودیم از یکدگر گوئے سبقت می ربودیم چوں مرزائے مزبور خیلے سیاحت کردہ و در مجلس وضیع و شریف رسیدہ نظم و نثر از اشعار و احوال معاصرین جستہ جستہ بر بیاض خاطر خود منقوش داشت روزے ایں ہمہ رطب و یابس را بنظر قبول من زیبا نمودہ فسونِ تالیف تذکرۂ معاصرین بگوشم دمیدہ اسامی چنداز آں ہا بقلم تحریر من در آورد و مسودۂ احوال بعضے را بر بیاضِ مختصرے بدستِ من نویسانیدہ

۱- ن - پایہ - ۲- ن مرہم نہ جراحت

یاد آوردن یاران و دوستاں بیادم داد از انجا کہ من آوارۂ بیابانِ عشق سخن ہمیشہ در جمع ساختنِ خمسہ و حواسِ خمسہ چوں خمسۂ سحرہ حیران کارِ خویش بودم از پیش آمدن ایں مہم عظیم کہ در نظر اولی بیش از بازیٔ طفلاں نمی نمود ہرگز بخوابِ فراغت نمی غنودم چوں معلوم من گردید کہ از آخر ایں بلا بگردنِ من بستہ شد در ایام دوریٔ آں آشنائے صادق و یارِ موافق سرانجام ایں امرِ خطیر شب ہا چوں شمع می سوختم و تنِ تنہا قدم در بادیۂ تردد و تلاش اشعار و احوال سخن سنجانِ عہد فردوس آرامگاہ معاصرین خویش عہد شاہ عالم بادشاہ بہادر غازی خلد اللہ ملکہ و سلطانہ مسودۂ سرگذشت ہر یک را از زندہ و مردہ بر پارۂ کاغذی نگاشتم و پیوستہ در صدد آں می بودم کہ چہرۂ ایں تصویرِ فرنگ بقیہ حروف تہجی از زینت سراپا چہرہ کشا گردد و چوں مکونِ حقیقی ہر آغاز را انجامے و ہر صبح را شامے در قفا گذاشتہ در یک ہزار و یک صد و نود و نہ ایں تذکرۂ عجیبہ کہ گو یا فی الحقیقۃ بیاض است مشتمل بر حقیقت احوال خورد و بزرگ از شعرا صورت اختتام پذیرفتہ و چوں تذکرہ نویسان سلف دقیقہ از نوشتن اشعار و اوضاع قدما فرو نگذاشتہ اند بنا بر آں قیدِ اسامی آنہا را تحصیل حاصل انگاشتہ آغاز ایں مجموعہ از عہدِ شعرائے فردوس آرامگاہ تا آوانِ دولتِ شاہ عالم بادشاہ بہادر غازی کردہ اسمائے معاصرین دریں جریدہ جمع ساختم و برخلافِ تفصیل احوال اکثرے اجمال احوال بعضے چار و ناچار اتفاق افتاد برائے آنکہ دریں طۓ زماں بسیارے از کاملان ایں فن گذشتہ اند کہ بر سرگذشت ایں ہا کماہی اطلاعے نیست رباعی

ایں تذکرہ کس بہار چندیں سال است　　آئینہ رونمائے صد تمثال است

ایں تذکرہ را مگیر کم ہم ز بیاض　　زیرا کہ در و نشستہ وصاف احوال است

ہرگاہ ایں مجموعۂ دل نشیں بچشم کہین و مہین رنگین نو آئین نمود و سلک لآلیٔ اشعار آبدارش از غایتِ حسن و　　آویزۂ گوش عروس روزگار گردید از مہر تابندگیٔ طالع و علوِ شان بہ عقد ثریا موسومش ساختم و آتش رشک ازیں شرر

پارہ ہا در جانِ حسوداں انداختم از بسکہ ایں باغ باصفا از خس و خاشاک کدورت حرص و ہوا مبرّاست و از کثرتِ الفاظ گلہائے معنیٔ رنگین و اشعارِ شستہ و صاف چوں آئینۂ دلِ عارفانِ تمام صفا تاریخ تالیفش بریں گونہ صورت اتمام گرفتہ قطعہ

از صنعِ دستکاری معمارِ طبعِ من | باصد ہزار صورتِ رنگین و خوشنما
ایں روضہ چوں بہشت ساختہ | تاریخ یافت خانہ "زہے باغِ باصفا"

امید از نظر بازانِ شواہد سخن و تذکرہ خوانانِ نو دکہن چنانست کہ یکے در رنگ آمیزی ابر نقش و بغریب چشم انصاف باز کردہ۔ چوں تالیفِ ایں فقیر خاکسار مصحفی است بلاتشبیہ مصحفِ بغلی تصور کردہ از خود جدا نہ سازند و چوں بشکل حمائل صغیر الحجم واقع شدہ گلوئے شوق و حمائل دوش نما ساختہ از مطالعۂ آں دیدہ را روشنی میدادہ باشند کہ خالی از فوائد نخواہد بود۔

آغاز اسمائے شعرا

حرف الالف

انجب اسمِ شریفش بدیع العصر مشہور بحاجی ربیع انجب شاگردِ مرتضیٰ قلی بیگ انگینہ والائے اصفہانی مولدش بقول خودش اندلس بودہ در زمینِ مغرب لہذا اور اکثرے حاجی مغربی نیز می گفتند۔ از انجا بصغرِ سن بصفاہان رسیدہ دسی سال دراں شہر کسبِ علوم نمودہ بعدازاں حج وسیاحت کردہ بہندستان گذرانگندہ با اکابر اُمرا ملاقات نمودہ پیوستہ در مجالس ومحافل موقر وممتاز بود چوں سلسلۂ اوضاعِ اہل دار الخلافہ برہم خورد ساکت وصامت درگوشۂ نشست وتکیہ برعنایتِ الٰہی کردہ التجا بدرِ کسے نیاورد از ہفت سالگی طبع بلندش مائل لشعر گفتن بود ودر ابتدا ہرچہ گفتہ بودہ است بوالائے اصفہانی می نمود با وجود انیکہ پنجاہ سال پیش از وفاتِ خود مالک پنج لک بیت بود شعرِ خود رابر کسے ندادہ بگمانِ انیکہ شعرا از اقوالِ مجانین است اہل دانش وحکمت را بایں چیزہا چہ کار واز بعضے دوستانِ صادق مسموع است کہ دیوانے درجوابِ دیوانِ نظیری نیشاپوری درہفت روز گفتہ درست نمود۔ باایں ہمہ پرگوئی، کہ درشہر قدم گذاشت دیوانِ تازہ ازوے یادگار است چینیٔ الفاظ وصفائی عبارت وتازگی مضمون از کلامش پیداست اما بسبب پرگوئی خالی از رطب ویابس نیست انچہ بچشم دیدہ شد از تصانیفِ اوست۔ جوابِ خمسہ مولانا نظامی گنجہ قدس سرہٗ بخطِ خودش ودیوانے کلاں بقدرِ شصت ہزار بیت وکتابے ضخیم در عقایدِ اثنا عشریہ وقصۂ چار درویش در نثر غرض کہ از تصانیفش یک شتر بار صندوقے جمع شدہ بود ہمہ بہ دزدی رفت چنانچہ ازاں جملہ کتابے کہ

هیژده پرت مہابھارت را بفرمائش عزیزے بنظم در آورده بود، از غارتِ روہیلہ ہا شخصے خریده اش آورد، و او یک جلد آں ہیژده پرت بود و خود ہم چہل سال پیش از وفات خود اشعار بہ پرگوی خود می نماید و آں شعرا نیست

بیتم افزوں گشت از پانصد ھزار | بیکراں از مصرعہ ام شد ذوالفقار

و تصنیفِ مدت چہل سال از نظم و نثرش زیاده برایں است۔ مذہبش چوں حکیمانہ[۲] بود لہذا نام اکابر اولیا و اساتذۂ عظمیٰ بحقارت می برد۔ گویند کہ مدت عمرش ہفت صد سالہ بوده است و احوالش بیشتر بخلافِ قیاس گوش زد من شد آخرِ عمرش مشتاق شده روزے بنده ہم پیش او رفتم مردے دیدم نحیف آفتاب لب بام سوال شعر از من کرد غزلے کہ در آں روز ہا تازه گفتہ بودم خواندم آفریں کرد و گفت گاه گاہے می آمده باشی بارِ دگر بعد مدتِ یک ماه رفتم باز ہمیں صحبت شعر اتفاق شد خود ہم خواندم و ہم مطالعۂ دیوان او کردم باز چوں بریں عرصہ پنج و شش ماه گذشت بسبب بیماری کہ صاحب بستر بود پا از حریر زندگانی بیروں کشید از روئے قیاس مدتِ عمرش از صد سال متجاوز خواہد بود نسبِ خود را بشیخ عبدالقادر گیلانی میرسانید و ہم شیخ محمد علی حزیں را ہمشیره زادۂ خود می گفت واللہ اعلم بالصواب[۱]

آصف، نظام الملک آصف جاه کہ وزیر اعظمِ ہندوستان بود پیرایۂ حالِ خود را بزیورِ فضل و کمال آراستہ داشت و نظم شعر را بجواب تریں وجہے سرانجام میرسانید و از ہمگناں گوے فصاحت و بلاغت می ربود، در ابتداء موزونی طبع شاکر تخلص

---

[۱]
آزموديم بہر رنگ بسے یاراں را | آں کہ دارد بوفا رابطہ، بسیار کم است
حسن شوخ تو چناں کرد فضا تنگ بگل | کہ نماند از عرق خجلت گل رنگ بگل
در چمن تا بہ تبسم شده لعلش دمساز | میزند غنچہ ز رشک لب او جنگ بگل
محو تو شد بس کہ سراپاے من | آئینہ آمد بہ تماشائے من

روز روشن صفحہ ۷۸

میگذاشت و آخر ہا متخلص بہ آصف شد میر غلام علی آزاد بلگرامی در خزانۂ عامرہ
ایں مطلعش را کہ بہ از مطلع آفتاب است بنام خانِ دوراں خاں بہادر نوشتہ
چوں بہ تحقیق پیوست نواب امیر الامرا با وصف آشنائی ہمہ چیز گاہے بگفتن شعر
خیال نکردہ اصح ہمیں است کہ ایں شعر آصف جاہ است میر موصوف را بسبب
شہرت زباں زدِ عوام غلطی واقع شدہ سلہ

سحر خورشید لرزاں بر سر کوئے تو می آید دلِ آئینہ را نازم کہ بر روے تو می آید

امید۔ قزلباش خاں امید مشہور است کہ مردِ مرزا مزاجے گذشتہ در علم
سیاق مہارتِ تمام داشت و بموسیقی ہم علم یکتائی می افراشت و ازیں جہت
است کہ او را بہ نعمت خاں بیدار بیگ سلہ اتحاد روحانی بہم رسیدہ بود اکثر
اوقات می گفت کہ اے نعمت خاں تو روزے کہ سازِ ہستی را بگوشۂ[ن] خواہی نہاد
واللہ کہ من ہماں روز تارِ قانونِ زندگی را از ہم خواہم گسیخت چنانچہ گویند کہ چوں خبر
وفاتِ نعمت خاں بگوش او رسیدہ در باغِ محمد یار خاں نشستہ خربوزہ نوش جان میکرد
دقاش خربوزہ ہمچناں در دہاں ماند کہ بیک ناگاہ آہ سرد کشیدہ جاں بحق تسلیم نمود۔
سبحان اللہ زہے سبک روحی در ابتداء پارۂ نظم و نثر از صحبتِ نواب وحید الزماں
مرزا محمد طاہر وحید آموختہ شدہ بود آخر با غزلے چند از نظرِ میر نجات نیز گذرانیدہ
و از روزیکہ بہ ہندوستان رسیدہ با وزیر الممالک نواب نظام الملک بہادر آصف جاہ
تا دم مرگ رفیق بودہ و منصب ہزار روپیہ را جاگیر داشت و معاش خوش میکرد

سلہ سال وفات ۱۱۶۱ھ شمع انجمن صفحہ ۸۰

سلہ ن ۔ گوشۂ نیستی۔

و با محتاجان و غریبان سلوکِ مخفی بسیار می نمود دیوانے ازو بر صفحۂ روزگار است [1]

آرزو - سراج الدین علی خان اکبر آبادی موطن قدیم بزرگانش صوبۂ اوداست وازیں جہت سلسلۂ نسبش از جانب والد بزرگوارش شیخ کمال الدین ہمشیرہ زادۂ شیخ نصیر الدین چراغ دہلی واز طرف مادر شیخ محمد غوث گوالیاری صورت اختتام می پذیرد. و در سن یک ہزار و یک صد و یک از بطون قدم ببارگاہ ظہور گذاشتہ و اوقات عزیز را از تحصیل علومِ متداولہ مصروف داشتہ ہم از آغازِ بہار ریعانِ جوانی در گلستان ہمیشہ بہار کلام موزوں چوں بلبل خوش الحان لب بہ ترانہ سنجی کشودہ از خدمت میر عبد الصمد سخن استفادہ ہا نمودہ در عہدِ خویش از ہمگناں بر آمدہ وازیں جہت از حضور بادشاہ دیں پناہ بخطاب ملک الشعرا سرافرازی یافتہ در ابتدا ملاقات از فرو طشدنِ صحبت یکدیگر با شیخ او را معارضہ بارو دادہ و تنبیہ [ذکرنا متنبہ] الغافلین نوشتہ و ایں قصہ خود مشہور است چوں بنک دیدہ شد ایں ہمہ شورش او برائے ظاہر بود و الا مرتبۂ شیخ را او ہم می فہمید - از تصانیفش شتر بار بر صفحۂ روزگار یادگار ماندہ ہمیشہ صحبت با اکابرِ امرا داشتہ در شاہجہان آباد تا بود بخوش معاشی اوقات

---

[1] در سنہ تسع و خمسین و مایۃ والف (۱۱۵۹) در آنجا (دہلی) جہان فانی را وداع نمود

میر غلام علی آزاد گوید

خان سخن گستر سحر آفریں — رخت سفر بست ازیں خاکداں
سالِ وفاتش دلِ نالان من — یافتہ "جاں دادہ قزلباش خاں"
۱۱۵۹ھ

ایں چند بیت از دیوانش نقل افتاد [2]

روشن شود بہ پیش تو چوں شمع سوز من — یک شب اگر تو ہم بہ نشینی بروز من
گشت رو گردان زبس آبادی از ویرانہ ام — چون کمانِ حلقہ بیرون شد درون خانہ ام
بدشمن دوست ۔ با من سرگرانی بارہا گفتم — نمی خواہم چنین باشی تو می خواہی چناں باشد

[2] اس کی صحیح قرأت سدا رنگ ہے یہ نعمت خاں کا خطاب تھا کہیں ممکن بطون

بسر میکرد۔ درایامیکہ بعد فوتِ موتمن الدولہ اسحٰق خاں شوستری و پسرش نجم الدولہ کہ قدرداں و معونت رسانِ او بودند باسالارجنگ برادرِ خورد نجم الدولہ اش اتفاق افتاد ہمراہ او از شاہجہان آباد بارِ سفر بربست خود را بشہر آورد کہ وطنِ اصلیٔ بزرگانش بود انداخت و بعد توقفِ چندے بوساطتِ نواب سالارجنگ بملازمتِ نواب شجاع الدولہ بہادر رسیدہ بدرماہۂ سہ صدروپیہ عزامتیاز یافت و ہرگاہ پیمانۂ عمرش قریب بلبریز شدن بود کہ بہ لکھنؤ رسیدہ نقدِ حیات درباخت۔ گویند در حالت احتضار بود کہ یکے از مشتاقین آمدہ گفت کہ من از مدت آرزوے قدم بوسیٔ شما داشتم گفت امروز "آرزوئے شما تمام می شود۔ الحاصل رحلتش دریک ہزار و یک صد و شصت و نہ ہجری واقع شد، جسدش را در لکھنؤ امانت گذاشتہ بودند بعد انقضائے ایام موعودیہ شاہجہان آباد بردند و بخاک سپردند[۱]

آفریں ۔ شاہ آفریں لاہوری کہ اسمش فقیر اللہ بود در معاصرینِ خویش شاعرِ شریں زبان و قائلِ فصاحت بیان گذشتہ مولدش دارالسلطنتِ لاہور است و مدفنش نیز ہماں خطۂ شریف۔ در سنہ یک ہزار یک صد و پنجاہ و چہار ہجری رحلتِ

---

[۱] آرزو در جمادی الاخریٰ سنہ تسع و ستین و مائۃ والف (۱۱۶۹ھ) در بلدۂ لکھنؤ فوت کرد و در ہمیں شہر مدفون گردید۔ مولف کتاب (غلام علی آزاد) گوید

سراج الدین علی خان یادِ عصر | ز مرگِ او سخن را آبرو رفت
اگر جویدکسے سالِ وفاتش | بگو "آں جان معنی آرزو رفت"
۱۱۶۹ھ

انتخابِ کلام[۲]

نماند ہیچ حنا ہیچ اختیار مرا | سپرد بستہ بدستِ تو روزگار مرا
غرض بے طاقتی دل بچہ انداز دہم | شکنیم شیشۂ دل تا بتو آواز دہم
چنیں کہ شمع ز سرگوشی چو دم کردی | بخاطر تو ندانم چہ احتمال گردست
شکستہ پا نشیں آرزو بگوشۂ صبر | کہ شاہ مملکت فقر چوں ثمر تنگ است

[۲] سرو آزاد صفحہ ۲۲۷ تا ۲۳۱

اوست - اگرچہ بیشتر اشعارش بطرزیکہ درمتاخرین رواج دادہ است دیدہ شد، اما بعضے شواہدِ معانیش کہ از رنگِ تکلف سادہ واز غایتِ ہجوم کرشمہ دلفریبی را آمادہ بودند بہ نظر درآمدہ نیز دریں سادہ کارِ فرنگ صورت تحریر می باید لہ

احقر - مرزا سلطان حسین احقر نبیرۂ مرزا داراب بیگ جویا، مردِ فہمیدہ وسنجیدہ از نسق شعر آگاہ است اما گاہ گاہے خیال باشعر نیا وردہ چوں طبعش موزوں است دریں آخر عمر رباعی ویک غزل برائے رفعِ معصیت واشد علائے زیارت عتبات از خامۂ فکرش بیروں ترادیدہ برائے یادگار بقلم آمدہ لہ

آزاد - میر غلام علی آزاد تخلص الحسینی الواسطی البلگرامی، مولدش محلہ میدان پورہ واقع قصبہ، بلگرام درزمین پورب - مردے بافضل وکمال است، نسبش بعیسیٰ موتم الاشبال بن زید شہید بن امام زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسلام منتہی میشود چنانچہ خود گوید -

گرچہ باشد موتم الاشبال عیسیٰ جدمن   عیسی جان بخش مراہم بامداو نفس (کذا)

معنی موتم الاشبال یتیم کنندہ شیر بچہ ہا چوں طبعش بشکار شیر بیشتر راغب بود باین لقب ملقب گشتہ و نیز گفتہ

لہ حسن را در اضطراب آرد شکوہِ عجزِ عشق   شمع می سوزد بخود از شوخی پروانہا
تجرد حجت قاطع بود صاحب کمالے را   قبائے بیضہ برتن می درد مرغے کہ کامل شد
مرد حق محکوم ناداں گر شود بیقدر نیست   عزت مصحف زدست اندازِ طفلاں کم نہ شد
نہالِ مہر ووفا تا چہ بار ے بندد   بہارِ حسن ترا آفریں تماشائی است

سرو آزاد صفحہ ۲۰۵

لہ یا شاہ نجف نہ سیم وزر می خواہم   نے لعل نہ یاقوت وگہر می خواہم
خواہم کہ شود مدفن من کرب وبلا   راز ہر دو جہاں ہمیں قدر می خواہم

روز روشن صفحہ ۳۲

مرا به تیغِ ستم کشت و گفت از سرِ ناز　　چراغِ دودهٔ زیدِ شهید روشن شد

تحصیلِ علمِ خود را او در خزانهٔ عامرهٔ خود می نویسد که از پنج استاد است، اول میر طفیل محمد[4] که استاد در سبش بود و دوم میر عبدالجلیل[5] که پارهٔ لغت و حدیث و سیر نبوی و فنونِ آداب از و یاد گرفته - سیوم میر سید محمد[6] که عروض و قوافی و بعض فنونِ ادب از استفاده کرد - چهارم شیخ محمد حیات که در مدینهٔ منوره صحیح بخاری از و دریافته و اجازتِ صحاحِ ستّه و سائرِ مفرداتِ مولانا حاصل گشت - پنجم شیخ عبدالهادی طنطاوی طاب مضجعه که در مکهٔ معظمه بعض فوائدِ علمِ حدیث از زبانِ مبارک بر لوحِ خاطرش نقش بست و بیعت به سید لطف[7] الله بلگرامی کرده، مرد سیاح و جهان دیده است از مدتِ مدید از وطن مولوف بر آمده درختِ اقامت به اورنگ آباد انگنده - و امرائے دکن او را از اکابرِ فقرا میدانند دیوانِ عربی و فارسی و تذکره، یدِ بیضا و سروِ آزاد و خزانهٔ عامره از تالیف اوست اما عربیش بر فنونِ دیگر ترجیح دارد - تصانیفِ او به لغتِ عرب تا به یمن رسیده و مقبولِ فصحا و بلغا گردیده[10]

۱۰ـ در زمان مرخصی خال خود میر سید محمد شاعر بلگرامی نیابتاً خدمت میر بخشی و وقائع نگاری سیوستان (سیوہن سندھ) تا چہار سال انجام داد و در سنہ ۱۱۵۰ھ عمل سفر حجاز بستہ - آخر الامر چہاردہم ذی قعدہ سنہ ۱۲۰۰ھ بجوارِ رحمت آسودہ و در خلدآباد بجوار روضۂ خواجہ امیر حسن در عاقبت خانہ خود آرامید - سلطان عالم گیلانی مارہروی صاحب تذکرۂ حب الوطن تاریخ وفاتش (آہ غلام علی آزاد) یافتہ (فارسی بلگرام صفحہ ۲۹)

باشد گلِ بہارِ سخن یادگارِ ما　　این لعلِ بے بہاست چراغِ مزارِ ما
عیبِ مردم فاش کردن بدترین عیبہاست　　عیبگو اول کند بے پردہ عیبِ خویش را
شیشه ام بہرِ تہی ساختنِ قالبِ خود　　قلقل اندوختہ ام، خندہ کُن نزعِ من است
گفتم آن یارے که باشد شمعِ این محفل کجاست　　آمد آوازے که در دل جوی گفتم دل کجاست
میتوان ریخت عبیرے زغبارِ دامن　　گر به گلگشتِ مزارِ شہدا می آئی

آگاہ - سید محمد خاں آگاہ تخلص برادرِ کلانِ نواب مختار الدولہ بہادر در وقت نواب آصف الدولہ بہادر چندے نائب صوبہ اودھ بود - مردِ ولایت زاد صوفی مذہب است از میر سلطان علی صاحب کہ صحبتش را دریافتہ بسمع رسیدہ کہ اکثر اوقاتِ نطقش نشستہ و برخاستہ وخفتہ و بیدار بہ ذکر و شغل حاوی می نماید گاہ گاہے خیال شعر ہم میکند حالا در لکھنؤ میباشد، عمرش قریب بشصت خواہد بود۔

انجام - نواب عمدۃ الملک امیر خاں کہ انجام تخلص میکند - مقربِ خاقان خلف میر میران امیر خاں یزدی کہ در عہدِ حضرت خلد مکاں ناظمِ صوبۂ کابل آں بزرگ بودہ جوانے بود یوسفِ مصرِ خوبی و گل سر سبدِ گلستان محبوبی شور مرزائی و رعنائی اش تمام ہندوستان را در گرفتہ و لطافت و ظرافتِ طبع آویزۂ گوش روزگار گردیدہ ہمیشہ در کارِ بادشاہی مشیر و پیوستہ بر مسندِ امارت دریائے کہ شیخ محمد علی حزیں ازاں دیار بہ شاہ جہاں آباد تشریف آوردند اول کسے کہ با تواضع سلوک ہائے نمایاں ہم از پیش خود و ہم از طرف بادشاہ پیش آمد او بود۔ مولفِ تذکرۂ ریاض الشعراء والہ داغستانی می نویسد کہ اکثر دقائق سخن از فیض صحبتِ نواب عمدۃ الملک استفادہ کردہ ام غرض کہ جمیع خوبیہائے صنائع آلہی و منظرِ تجلیات نامتناہی گذشتہ چوں باوصف ایں ہمہ کمال در ہر فن دستِ رسائی داشت گاہ گاہے ہمت بصیدِ غزالان معنی نیز می گماشت[1] بلکہ سوائے شعر از قسمِ تعبیر و معما ہم بسیار گفتہ۔

براوجِ بے کسیٔ ما پرِ ہما نرسد　　رسیدہ ایم بجائے کہ کس بما نرسد

مارا ہوائے گلشن و باغے نماندہ است　　اے بوئے گل برو کہ دماغے نماندہ است

یارا احوالِ دل ازمن بپرسید　　غنچۂ لالہ بدستش وادم

ان بر مسند امارت امیر - در بابے کہ ۲ (۱) گذاشت

اکسیر - عظیمائے[۱] اکسیر تخلص موطن و مولدش. بجز ازیں کہ مردم ایران بود معلوم نیست در شعر خود را از شاگردان فالیض ابہری کہ یکے از تلامذۂ مرزا صائب علیہ الرحمۃ بود قرار می داد از ایران بیروں برآمدہ مدتے در دارالخلافۂ شاہجہان آباد استقامت داشت بالآخر بہ بنگالہ رفت ہماں جا رخت حیات در نوشت[۲]

جلوۂ آں سرو قامت دیدہ ام　　من بچشم خود قیامت دیدہ ام

امین - تخلص مرزا محمد امین خاں بہادر نیشاپوری سید مولوی پسر مرزا یوسف کور خواہر زادۂ نواب سعادت[۲] خاں بہادر مرحوم است فقیر ہمراہ مرزا قتیل در شاہجہان آباد روزے بخدمتش رسیدہ بود ظاہر حالش بجمیع فنون و فضائل آراستہ دید فارسی زبان خود زبان اوست۔ سو

تا چند بدل ضبط کنم آہ و فغاں را　　وقت است کہ بیروں بکنم راز نہاں را

آذر - لطف علی بیگ نام دارد و قومش شاملو و موطن و مولدش دارالسلطنت صفاہان از بعض اہل زبان تحقیق پیوستہ کہ اصلش از ہرات بودہ وازیں سبب است کہ پیوستہ با الہ وردی خاں شاملو ہراتی طریق رسل و رسایل مسلوک داشت باالجملہ مرزای مذکور در بلدۂ صفاہان بقدر علوم رسمی تحصیل کردہ بسبب موزونیت شعر گفتن آغاز نہاد - و در آں روز با تخلص محروم بود - گویند خدائے عز وجل حسن وجمالے بادے کرامت کردہ بود کہ در تمام شہر ہمتائے خود نداشت روزے در مجلس وارد شد کہ مرزا محمد جعفر راہب و آغا محمد عاشق درانجا حاضر بودند عاشق از محروم سوال کرد کہ شما چہ تخلص میکنید گفت محروم و او نیز از عاشق استفسار تخلص کرد گفت عاشق، بعد ازاں مرزا جعفر التماس کرد کہ شما چہ تخلص می فرمایند گفت بندہ

---

(۱) اکسیر آغا عظیمای ۲۰ دوسرے نسخے میں مرقوم ہیں؟

[۲] در ہندوستان رسیدہ بلباس سپہ گری میگزرانید و دیوان و مثنوی او برتبۂ قبول اساتذہ رسید (صبح گلشن صفحہ ۳۲)۔

عاشقِ محروم۔ اہلِ مجلس ازیں لطیفہ بے اختیار خندہ زدند و محروم ازیں معنی بر آشفتہ چوں بخانہ عود نمود دیوان اولیش از کینہ در او جاغ گذاشت و تبدیل تخلص نمودہ متخلص بہ آذر شد وہم چنیں از ہر جا تلاش نمودہ دیوان دوم راہب را نیز بہ آتش سوزاند چوں مشیت ایزدی بریں رفتہ بود کہ علم استادیش بلند شود حق تعالی او را زبان و بیان عطا فرمودہ کہ در بست سہ سالگی کوس لمن الملکی در دارالسلطنت صفاہان کوفت۔ روزے چند بقصدِ زیارت حرمین زادہما اللہ شرفاً از موطن برآمدہ بود از زیارت بافراغت حاصل کردہ بعد معاودت بآں طرف نمود از آں زماں تا امروز در صفاہاں رونق افزاست۔ اکثر شعرائے آں شہر از صحبت او مستفید اند سوائے آغا تقی صہبا و شاگرد انش ہمہ حلقہ شاگردیش بگوش کشیدہ اند والحق کہ بعد آغا محمد عاشق و مرزا جعفر راہب ذات شریفش از مغتنما[ت] روزگار است و سوائے شاعری از چند مدت اکثر علوم را نیز مداومت نمودہ از تصنیف اوست مثنوی در جواب معراج الخیال و یوسف زلیخا و دو دیوان غزل با قصائد و رباعی و مسمط ترجیح بند عمر شریفش نزدیک بہ شصت سال است[1]

اشرف۔ صفاہانی در صفاہان از برائے آنکہ عرب است مرزا اشرف عامری گفتہ می شود رباعیٔ پاکیزہ از و بسمع رسیدہ[2]

---

[1] آمد شب و وقت یارب آمد | یارب چکنم دگر شب آمد
مرا عجز و ترا بیداد دادند.... | بہر کس ہر چہ باید داد دادند
درد اکہ حریف راز دانم .... | حرفے زد و کرد بدگمانم
ایکہ گفتی بعد ازیں کار ترا خواہم ساخت | فکر دیگر کن کہ ہجراں کار خود را ساختہ

(آتش کدہ آذر صفحہ ۲۴۹)

[2] میرزا اشرف اصفہانی اصلش از عرب و منشاش ملک ایران است۔

ما ہے کہ صباحت از جبینش می ریخت | مشک از سر زلف عنبرینش می ریخت
چوں شاخ شگوفہ دیدم از غارتِ باغ | می آمد و گل ز آستینش می ریخت

(روز روشن صفحہ ۴۹)

الفی - میر خان الفی جوان خوش گوشت وخوش رو وبخدمتِ خواجہ میر درد خیلے اعتقاد داشتہ بودہ است فقیر اوراز دور دیدہ در وزے در شاہجہان آباد دارد مشاعرۂ فقیر نیز بود۔

انیس - موہن لعل انیس، قوم کاتیھ بزرگانش قانون گوے پرگنۂ گوپامؤ سرکارِ خیرآباد بودہ اند وخود نوکری پیشہ است از مرزا فاخر مکین استفادۂ شعر ولوازمِ آن کردہ فقیر اوراور لکھنؤ دیدہ بسیار بدل گرمی پیش آمدہ لہٰ

لہٰ نیکو لب ولہجہ وشریں کلام بود سو

نو بہار سر شک، گلگوں کرد | رشک گلدستہ آستین مرا
چاک یکدست کرد، دست جنوں | جیب وداماں وآستیں مرا

(صبح گلشن صفحہ ۴۷)

حرف الباء

بیخبر[۱] میر عظمت اللہ نام دارد خلف الصدق میر لطف اللہ عرف شاہ لدھا حسینی الواسطی مولدش بلگرام از شعرائے اہل تصوف بودہ و در فقر و فنا از اکثرے گوے سبقت ربودہ شاہجہان آباد در سنہ یکہزار و یک صد و دو رحلت کردہ مزارش جوارِ مرقدِ سلطان المشائخ نظام الدین اولیا بداونی دہلی قدس سرہٗ واقع است، عارف اللہ بود۔

برکت[۲] برکت اللہ خاں نام دارد و قوم شیخ برادر زادہ اسد یار خاں مرحوم

---

[۱] وفاتش روز دوشنبہ بیست و چہارم ذی قعدہ ۱۱۴۲ھ در شاہجہان آباد اتفاق افتاد اورا در جوار مرقد سلطان المشائخ نظام الدین دہلوی مدفون ساختند۔

آنجا کہ قوی نہ راہ باشد نہ دلیل — نے نجم و مہر و ماہ گنجد نہ خلیل
در عرصۂ عشق پائے عاشق لنگ است — آرے نرسد بجائے احمد جبریل

(فارسی بلگرام صفحہ ۴۲)

[۲] در بدیہہ گوئی ملکۂ نیکو داشت روزے شاہ عالم بادشاہ بر قلعۂ شاہجہان آباد معروف پتنگ بازی بود کہ برکت اللہ خاں باریاب گردید و حسب الامر این رباعی بابدیہہ موزوں داشت و مبلغ دہ ہزار روپیہ نقد و خلعت فاخرہ در جائزہ یافت سہ

تا سلسلۂ جہاں بدستت دادند — اقبال و ظفر عناں بدستت دادند
معلوم شد از رشتۂ کاغذ باد — سر رشتۂ آسماں بدستت دادند

روز روشن صفحہ ۹۳

وفات در ۱۲۳۲ھ (جام جمشید نما صفحہ ۱۳۵)

و معروف جوان خلیق و خوش اختلاط و خندہ رو و عمدۂ خاندان است چنانچہ شرافتِ خاندانش در شاہجہان آباد شہرت تمام دارد۔ بزرگانش در عہدِ فردوس آرام گاہ چنیں اقتدار داشتند و ہم آثارِ بزرگی و عالیجاہی او از عماراتِ شکستہ ہنوز پیدا بقول عرفی؎

از نقش و نگارِ در و دیوارِ شکستہ — آثار پدیداست صنادیدِ عجم را

دراوائلِ شوقِ شعر خود را چندے بہ میر محمد حسین کلیم تخلص کہ در زبان ریختہ تصنیفاتِ جید دارد نمودہ و آخر آخر مشقِ سخن پیش از[1] انجب اصفہانی کہ ذکرش بر صدر گزشت بہ پختگی رسانید دیوانے ضخیم ترتیب دادہ از چند سال بہ فقیر رابطۂ آشنائی درست دارد عمرش قریب بہ چہل خواہد بود۔

بہجت[2]۔ قوم کایتھ مکھن لال نام دارد زاد بومش خطۂ بلگرام شاگردِ عوض رائے مسرت شاہجہان پوری است کری گوش بحدے دارد کہ جواب و سوالش بر لوحِ کاغذ نوشتہ میتواں کرد و در لکھنؤ ملاقات ایں بیچارہ ہم شدہ

بیتاب[3]۔ محمد حیات نام دارد و شاگرد رائے سرب سکھ دیوانہ مولدش

---

[1] ن۔ از میرزا بدیع انجب اصفہانی

[2] ذہین و طباع و خوش فکر بودہ دراوائل سنہ ۱۳۰۰ھ درگزشت دیوان فارسی از و یادگار است؎

به تعظیم رقیباں تا یکے ہر بار می خیزم — ہماں بہتر کہ من از بزم او زیں عار برخیزم

گر بود صبر رسد درد بہ درماں روزے — حیف در حیف کہ من صبر ندارم چہ کنم

فارسی بلگرام صفحہ ۵۱

[3] در ابتدا شاگرد محمد صدیق سخنور۔ زمانیکہ از وطن بہ لکھنؤ رسید چندے با رائے سرب سنگھ دیوانہ و بعدش با مرزا قتیل مشورۂ سخن می نمود بصلۂ قصیدہ کہ در مدح ابوالمظفر غازی الدین حیدر گفتہ بمشاہرۂ صد روپیہ ملازم بارگاہ شاہی گردیدہ و از حضور شاہی بجائے بیتاب امید تخلص یافت؎

با رقیب آں آشنائی گریہ می آید مرا — با منت ایں بیوفائی گریہ می آمد مرا

خانہ روشن ز سوزِ داغِ من است — داغِ چشمِ من و چراغِ من است

صد رخنہ در دلہا کند جنبیدنِ مژگانِ تو — جانہا بغارت می برد یک دیدنِ پنہانِ تو

(روزِ روشن صفحہ ۱۱)

خطۂ بلگرام است درایاے کہ فقیر ہمراہِ غلام علی خاں ولد بھکاری خاں کہ مشاراً الیہ از پیشگاہِ خلافتِ جہاں بانی خلعتِ نوازش شاہانہ برائے بندگان عالی وزیرالممالک نواب آصف الدولہ بہادر و سرشٹن گورنر بہادر آوردہ بود در سنہ یک ہزار و یک صد و نود و ہشت صعوبتِ سفر کشیدہ از شاہجہاں آباد در لکھنؤ رسیدہ و بعد چندے بسبب برہمی، مزاج کہ تفصیل آں قضیہ دور دراز است از وجدا شدہ خواستم کہ ہمراہ قافلہ شاہجہاں آباد عطفِ عنان کنم مرزا محمد حسن قتیلؔ کہ درآں روز ہا نوکرِ نواب بود نظر بر سوابق آشنائی نمودہ مرا ازیں ارادہ باز داشتہ گفت مگر برائے بادیہ پیمائی آمدہ بودند حالا چندے باشید و سیر ایں معمورہ ہم بکنید القصہ بمکانِ مشار الیہ برو تا رختِ سفر را کشادہ فروکش گردیدم بسیار تخلق و تواضع پیش آمدہ۔

بلیغؔ کہ حاجی قدرت اللہ نام دارد قوم شیخ متوطن پرگنہ میرٹھ از اولاد فخر الدین زاہد صاحب استعداد بلیغ است در علم نحو مستعد و صوفی مذاق۔ ساقی نامہ در جواب ساقی نامہ ظہوری گفتہ و شش، دیوان غزل تصنیف کردہ بیدار میر محمدی بیدار از مشاہیر شعرائے ریختہ گو است گاہ گاہے فکر شعرِ فارسی ہم کردہ و میکند

ن - از اولاد مخدوم محی الدین زاہد۔ ن - میر محمد متوطن قصبہ اکدن سابق عم تخلص می کرد۔ صاحبِ دیوان فارسی چند سال شد کہ طرف کعبۃ اللہ رفتہ بود شنیدہ می شود کہ الحال بطرف نواح دکن استقامت دارد طبقات الشعرا شوق صفحہ ۲۴۹
مرید مولانا فخر الدین چشتی دہلوی در ۱۷۹۲ء بمقام آگرہ انتقال کرد

فزود شعلہ صفت گریہ سوز داغ مرا | سرشک روغن بادام شد چراغ مرا
چناں بہ بادیۂ عشق گم شدم بیدار | کہ کس نیافت بجز درد او سراغ مرا
درانجمنے کہ غیر من نیست | گنجائش حرف ما و من نیست
کیست آں کافر بدکیش چہ گویم بیدار | آفتے بود کہ از دیدنش ایمانم رفت

(دیوان بیدار)

رُخ نمودی و دلم بردی و شیدا کردی　　سنگ باشیشہ نہ کرد آنکہ تو بلما کردی
دوستاں مجمع یاران شما ارزانی　　واگذارید بمن گوشۂ تنہائی را

باسطی ۔ کہ بندہ علی خاں نام دارد و مخاطب بشیر افگن خاں نبیرۂ دختری نواب شیر افگن خاں پانی پتی و پسر نواب عزت خاں و داماد روشن الدولہ کہ سلسلۂ ایشاں منتہی مشہور بہ سید نعمت اللہ ولی مولدش دار الخلافۂ شاہجہاں آباد است اوایل عمر کتبِ فارسی را بطورِ بزرگ زادگان پیش یکے از دانشمند استفادہ نمودہ چوں موزونیت جبلی داشت واکثر بہ شعر گفتن مشغول مے بود بخدمتِ استادِ فاضل و شاعرِ کاملِ میر محمد افضل ثابت الہ آبادی کہ اصلش از اکبر آباد است غزلہائے خود را برائے اصلاح می فرستاد و نگین مہرش ایں مصرعہ کندہ بود ۔ مصرعہ

شیر افگن خاں مریدِ ثابت است

وایں دلالت دارد　بر فرطِ اعتقادش و آں روزہا تخلص سبقت بود ۔ و دادین فصحائے ایراں مثل بابا فغانی و نظیری او جمع نمودہ میگویند دیوانِ مرزا قلی میلی از وقتِ او در ہند رائج گشتہ ۔ بتائید ربانی و فیضِ کتابہائے خودش دیوانے بترتیب دادہ چوں بحسب آبخور و ہلائے وطن کردہ روزے در بنارس شرف اندوزِ ملازمتِ شیخ محمد علی حزیں گردیدہ و دیوان خود را بملاحظۂ ایشاں در آورد نظر ایں کہ بر حسن و قبیح او مطلع فرمایند شیخ فرمودند کہ از اول تا آخر شستنی است، برائے موزونیت طبع گاہ گاہے فکرِ رباعی مضائقہ ندارد و چنانچہ ہم چنیں کردہ از اں وقت بسبب اینکہ مریدِ خواجہ محمد باسط اکبر آبادی شدہ بود باسطی تخلص قرار داد ہر گاہے کہ میر شمس الدین فقیر بعزم زیارتِ عتباتِ عالیات از دہلی بہ لکھنؤ سفر کرد، نوابِ مذکور خود را لشاگردیش در آوردہ برگفتن رباعی اکتفا داشت کلامش بیشتر در مرثیۂ سید الشہدا علیہ السلام و مدح باقی ائمۂ اطہار است و از بسکہ صاحبِ ثروت بودہ در شاہجہاں آباد شعرائے آنجا از قسم صلہ وغیرہ رعایات بیشتر کردہ عمرش قریب ہشتاد

خواہد بود در لکھنؤ در یک ہزار و یک صد و نود و نہ ہجری بجوار رحمت آلہی پیوستہ۔

پیام۔ میر شرف الدین علی نام دارد و فکرِ شعر فارسی و ہندی ہر دو می نمود[1] کند، اصلاح شعر از خان آرزو گرفتہ و بعد فوت یا فتن از و منحرف شدہ طرز میرزا جلال اسیر را می پسندید و خیلے اعتقاد باو داشت چنانچہ خود گفتہ۔

پیام از آستان میرزا بود اگر دیوانگی پیغمبری داشت

دیوانش در لکھنؤ از نظر فقیر گذاشتہ[2]

پروانہ۔ اسمش رائے جسونت سنگھ والدش راجہ بینی بہادر نائب مختارِ سرکارِ علیین مکانی وزیر الممالک نواب شجاع الدولہ بہادر بودہ حالا در آوانِ دولت وزیر اعظم دستور معظم آصف الدولہ بہادر دام اقبالہ در کنج انزوا نشستہ بالجملہ رائے مذبور در کمی عمر اکثر کتب فارسی تحصیل نمودہ و دوادین و تذکرہ ہائے اساتذہ فراہم آوردہ قدرتِ شعر گوئی دولتِ طبع بدرجۂ بلیغ بہم رساندہ گوئے سبقت از ہمرادانِ خود ربودہ و برائے این چیز ہا کم کم خیال بدیگر فنون غریبہ مثل طب و رمل و سیر کتب تواریخ و نوشتن خطِ شکستہ با شفیعا تیز وارد اصلاحِ شعر فارسی از رائے سرپ سنگھ دیوانہ گرفتہ چوں از چندے خیالِ شعر ہندی ہم دامنگیر حالش شدہ دریں فن تعین استادے ندارد بقوتِ فارسی ریختہ را بخوبی سرانجام میرساند بلکہ در قصائد ہم دست انداز است و ازیں جہت است کہ جوششش بہ شعرائے ریختہ گو بسیار

---

[1] ن - ہر دو می کند امابیشتر مزاجش بطرف فارسی مائل بود

[2] و دیوان ہفت ہزار بیت فراہم کردہ در عشرۂ اوسط خامس بعد مأئیۃ و الف (۱۱۷۵ھ)

پیام اجلش در رسید سو

اشک گرم کہ رہش دوش بمژگان افتاد آتشے بود کہ ناگہ بہ نیستاں افتاد

ایام زندگی ہمہ با ایں و آں گزشت عمر عزیز ما چہ قدر رایگاں گزشت

مرا نہ از غم مردن بدل گرانی بود کہ غم جانم اگر بود زندگانی بود

شمع انجمن صفحہ ۷۵

دارد دیوانِ فارسیش قریب دو ہزار بیت بر بیاض دیدہ شد زبانش عاشقانہ شستہ و رفتہ است ؎

مابہ معنی بُت پرستی می کنیم گرچہ در صورت مسلمانیم ما

شاہ پنچھا۔ پسر سوبھا رام طبیب قوم کا یتھ کہ مومی الیہ بعد مشرف شدن باسلام بہ سبب رجوع مخفی کہ در جناب غوث الاعظم داشت غلام محی الدین نام گذاشتہ۔ جوان شوریدہ سر و آزاد مزاج بود فکر ہندی و فارسی ہر دو می کرد ؎

رشتۂ طول امل تار و فلک طنبور است چہ قدر بر سر ایں کاسہ خالی شور است

بیدل ۔مرزا عبدالقادر بیدل تخلص، اگرچہ ذکر ایں بزرگ دریں تذکرہ آوردن واجب نبود و اما چوں بنائے ایں عمارت از شاعران احیائے عہد فردوس آرامگاہ است و مشار الیہ ہم تا اوائلِ جلوس والا بقید حیات بود لہذا ضرور افتادہ کہ اگر برخے از احوال و اشعار او نیز صورتِ تسطیر یابد خوبست باید دانست کہ اصل مرزائے مذبور از گروہ ارلاس است در بلدۂ عظیم آباد از گلستانِ عدم دریں تماشا گاہ خرامیدہ و خود را در بلادِ ہند انداختہ نشو و نمائے یافتہ بر نظم و نثر و زبان تراشی خود مغرور بود ہمیشہ کوس لمن الملکی دریں فن کوفتہ آوازۂ شہرت خود را بہ اطراف و اقطارِ ممالک ہندوستان و غیرہم رسانیدہ الحق شخصے پہلوانِ سخن بود از تصانیفش بقول میرزا[۱] محمد رضا ہفت آثار کاغذ ورقے بیادگار ماندہ ۔ آغاز شباب در رکاب

---

[۱] در رطب و رمل و شکستہ نولیسی قدرت داشت (جام جمشید نما قلمی) در ۱۲۲۸ھ جہان فانی را پدرود کرد ؎

بے لعلِ بت، غنچۂ دل وا نتواں کرد جاں را نہ پیام تو شکیبا نتواں کرد
وصلِ تو ز ہجر است بتر بہر عذابم ایں طرفہ کہ جز وصل تمنا نتواں کرد

(روز روشن صفحہ ۱۲)

تلون ۔ ملا محمد رضا

شاہزادہ محمد اعظم خلف خلد مکان نوکر بود آخر آخر بسبب برہم زدگی، مزاج کہ منشائے آں شنانہ کردن آں شاہزادہ بود از علائق نوکری بریدہ بہ شاہجہان آباد کنج عزلت اختیار کردہ بقیہ عمر را بقناعت گذرانید و در حایرہ جنس ہمت بزرگ از عہد خلد مکاں تا جلوس فردوس آرامگاہ ۔ حق تعالیٰ ہمہ خورد و بزرگ را پرورش می رساند تا آنکہ ہما بجا درگذشت، سال رحلتش یک ہزار و یک صد و چہل و سہ بود تربتش در صحن خانۂ خود کہ حالا خانۂ ویران محض است واقع شد[۱]

بہار - مرزا محمد بہار تخلص در علم فقہ امامیہ دستی تمام دارد گاہ گاہے بمقتضائے موزونی طبع خیال شعر ہم کردہ و می کند فقیر او را روزے در سرکار نواب سالار جنگ کہ آں روز ہا تازہ وارد ایں شہر بود دیدہ[۲]

---

[۱] سیوم ماہ صفر سنہ ثلث وثلثین ومآتہ والف (۱۱۴۳ھ) رخت بعالم باقی کشید

آخر زفقر بر سر دنیا زدیم پا — خلق بجاہ تکیہ زد و ما زدیم پا

باز بتیانانہ ایجاد نوائے می کنم — مطلب دیگر نمی دانم دعائے می کنم

بہ بہشتی تو امید است بہشتی مارا — کہ گفتہ اند اگر ہیچ نیست اللہ ہست

مآثر الکرام صفحہ ۱۴۸

[۲] مرزا محمد لکھنوی از رفقائے نواب سالار جنگ بود سو

بعشق بے مدارا ساختیم یار بخ و محنت ہم — الہٰی طاقتے دہ کا درم تاب ملامت ہم

بہارے سرو پا پاروے مرحمت یارا! — غلام خویش خواندی لطف فرمودی عنایت ہم

روز روشن صفحہ ۱۰۴

حرفُ التّا

تحسین -که مرزا عبدالعلی نام دارد و شاگرد جد مادری خود مرزا داراب بیگ جویاست در عین جوانی از کشمیر بر آمده در لکھنؤ بملازمت نواب برہان الملک سعادت خان بہادر بعز امتیاز اندوختہ و پیوستہ با شیخ شعرضائے کہ ذکرش در حرف میم تحریر خواہد پذیرفت ہم طرح بودہ طبع وقادے و ذہن سلیمے داشت مدتیست کہ در لکھنؤ بجوار رحمت الٰہی پیوستہ سلہ

تسلیم -کہ سلام اللہ خاں نام دارد مولدش قصور است پدرش از اعیان افاغنۂ شہر مذبور بود مشار الیہ از صغر سن در دار الخلافۂ دہلی نشو و نما پذیرفتہ و در صحبت مرزا گرامی نکاتِ شعر یاد گرفتہ و در آں زماں ہر چہ خود موزوں کردہ از نظر مرزا نسیم گذرانیدہ از مدتے در لکھنؤ با نواب شیر جنگ معزز بود حال در حضور نواب آصف الدولہ بہادر ممتاز است و وضع خواندان شعرش بر گفتش غالب افتادہ سرے با عمامہ و عصا ہم دارد و طرز مشائخانہ را از وہم آبر دست سلہ

تجرد -شیخ علی محمد تجرد لاہوری مردے با فضل و کمال بودہ گویند در فارسی

سلہ ن شیخ عبدالرضائے متین

سلہ غالباً در لکھنؤ رخت ہستی ازیں جہاں برداشت ؎

این شیوہ کہ نامش آشنائی ست — در مذہب ما سر جدائی ست

تحسین ز غمت ہلاک گردید — من بعد تخلصش فدائی ست

(صبح گلشن صفحہ ۸۱)

دور از آں آستاں چہ می پرسی — آستین است و دیدۂ تر ما

سد محشر شد و فرد رسے قیامت آمد — اے شب ہجر ترا ہم سحرے خواہد بود

(روز روشن صفحہ ۱۳۱)

واصطلاح ولغت علم بہ یکتائی می افراشت و در شاہجہان آباد ہمیشہ اوقات بعدہ باشی گذرانده سلہ

توفیق ۔ مولوی محمد توفیق کشمیری لالہ جوئے ہشتاد و نہ سال در کشمیر وفات یافتہ در ہند نیامدہ در معنی بندی وتلاش مضمون تازہ چنانکہ از قدیم طور اہل کشمیر است نظیر نداشت و در مثنوی و قصائد و غزل وغیرہ بطور یگانۂ روزگار است گویند ذہانت طبعش بحدے بود کہ روزے حسب الالتماس عزیزے چند مصراع صائب را مصرعہا ہم رسانیدہ چوں دیوانش کشادند بعینہ ہمہ مصرعہا بودند روزے نظر باکمال خود می گفت کہ در شہر دو نیم شاعر است یکے من و یکے مولوی عطاء اللہ ہمادنیمے تمام شہر۔ قوت و قدرتش از اینجا قیاس باید کرد مثنوی در وصف سراپائے معشوق گفتہ در وداد معنی یابی ہا دادہ الحق کہ کار وسعت بستہ اوست شعرے در وصف بینی وچشم وابرو گوید۔

بینی وچشم وابروے تو اے سیم اندام ؛ شاخ بادام دو بادام دو برگ بادام سلہ

سلہ شیخ محمد علی از شاگرداں شیخ خیر اللہ فدا گجراتی و ہم زمان نور الحسین واقف بود وخوش لاہوری المولد واصلش در ملتانیان محدود اکثر اوقات مجردانہ در کوہستان جنبو دجموں، میگزرانید و در سنہ یکہزار و یکصد و ہفتاد و نہ در زاویۂ مرقد گزید سہ

اے زلیخا تا توانی طالب دیدار باش	عاشق فرزند پیغمبر شدی ہشیار باش
جزائے قسمت زلیخا کہ بود بہ دیدے	قیامت است پسر از پدر جدا کردن

(صبح گلشن صفحہ ۸۰)

سلہ بعمر تسعہ وثمانین (۸۹) داعی اجل را لبیک اجابت گفتہ سہ

سرو را جائے تعجب نبود سایۂ تو	خویشتن را اگر از اہل نظر پنہاں کرد
بادشاہ دو جہانی وزمین بوس ترا	آں شرف نیست کہ خود گم از نتواں کرد
رسیدہ بود بداں کار سرو را کہ شود	جہاں بدیدۂ مردم زدود کفر سیاہ
کہ آمدی پئے اطفائے آں ز مشعل قرب	بداں شتاب کہ وا ماندہ شاہراہ سلہ

روز روشن صفحہ ۱۳۶

حرف الثا

• ثنا[1]۔ شیخ آیت اللہ ثنا بزرگانش اہل خطہ بودہ اند خودش از شاہجہاں آباد است در وقتے کہ شیخ علی حزیں تشریف بدارالخلافہ آوردہ در حویلی عمدۃ الملک مرحوم استقامت گرفتند مشار الیہ دراں روزہا غزلہائے خود را برائے اصلاح بخدمت شیخ صاحب می برد مردِ دانا و قابل بود و فکرِ سخن بسیار کم کردہ آں را بہ تتبع شیخ بسیار بہ سنجیدگی گفتہ از مدت دراز بہ پورب بعزت و حرمت تمام بسر می برد و چند سال است کہ بعالمِ بقا شتافتہ سلہ

ثبات ۔ میر محمد عظیم ثبات خلفِ میر افضل ثابت کہ مولدش الہ آباد است گویند سر طبع موزونی داشت و بر جادۂ شعر و شاعری استادانہ قدم می نہاد خان والہ داغستانی در تذکرہ می نویسد کہ کلام خود را برائے مشورہ پیش من می آورد۔ واللہ اعلم

ثابت ۔ تخلص میر محمد افضل است داد شخصے با فضل و کمال بود چنانچہ خود گوید سہ

شاعری ننگ ما بود ثابت ۔۔۔ ما کہ ہستیم افضل الفضلا

گویند در علم فقہ و حدیث مہارتِ کلی داشت اصلش از بدخشاں است

سلہ شیخ ہبتہ اللہ ۔ وطنش خطۂ دلپذیر کشمیر است ۔ کلامش دلنشیں و دلپذیر دارد و اواسط مائتہ ثانی عشر بدار عقبی ارتحلت سہ

زاں حسن مدام شور و غوغا شدنی ست ۔۔۔ زاں زلفِ دراز فتنہ برپا شدنی ست

از قامتِ او قیامتے در عالم ۔۔۔ امروز اگر نگشت فردا شدنی ست

(صبح گلشن صفحہ ۹۹)

و تولدش بعضے در دہلی و بعضے در الہ آباد و بعضے در اکبر آباد گفتہ اند امرائے آں عصر بسبب علم و فضل و لیاقت شعر و شاعری تعظیم و توقیرش بیش از بیش میکردند و دیگر سخن سنجان عہد ہم او را شاعر مسلم الثبوت میدانند، دیوانش قریب پنج ہزار بیت دیدہ شد، در ۱۱۵۱ھ یک ہزار و یک صد و پنجاہ و یک رحلت اوست [1]

---

[1] دوازدہم شہر ربیع الاول سنہ خمسین و مائۃ والف (۱۱۵۰ھ) رخت زندگانی بربست و در شاہجہاں آباد مدفون گردید [2]

قسم بہ مصحف گل، عندلیب باغ توام | بمرگ شمع کہ پروانۂ چراغ توام
عکس رخ تو آئینہ را رونمی دہد | تسکین خاطرش بچہ صورت کند کسے
شمع افروختہ را کس نفروشد ثابت | دائم وگرمیٔ بازار ندارم چہ کنم

[2] ماثر الکرام دفتر دوم صفحہ ۲۰۳

حرف الجیم

جہاندار

مرشد زادۂ آفاق جہاندار شاہ کہ جہاؔندار تخلص می فرماید ازبسکہ در جمیع فنون یگانۂ روزگار و وحیدِ زمانہ است بمقتضاے موزونئ طبع فکرِ شعر ہندی و فارسی چنانچہ باید می کند ؎۱

؎۱ مرزا جواں بخت قرۃ العین عالی گوہر شاہ عالم بادشاہ دہلی مستجمع محامد و مناقب بسیار بود ؎۲

دربزم تو از آمدنم تاخیرے ہست — انبوہ رقیباں سرِ ہر رہگزرے ہست
بہار آمد بکن تدبیر جیب پارہ ام ناصح — کہ پیوندے نمی گردد چو گل چاکِ گریبانم

روز روشن صفحہ ۱۵۹

تاریخ وفات ۲۵ر شعبان سنہ ۱۲۰۲ھ مطابق یکم جون ۱۷۸۸ء (دیوان جہاندار مطبوعہ صفحہ ۱۵۲)

حرف الحا

حشمت - محتشم علی خاں حشمت ولد میر باقر، اصلش از سادات خوست و مولدش دہلی بر فضائل باطنی وجاہت ظاہرش زائد بود، ذہن رسا و طبع ناقد داشت [۱]

حشمت - مرزا امام علی بیگ حشمت تخلص برادر کوچک مرزا جعفر راہب برفاقت علی قلی خاں والہ داغستانی از صفاہان بہند آمدہ چندے بہمراہی برہان الملک سعادت خاں نیشاپوری عز امتیاز داشت. بعد چندے پائے بر پایہ ترقی مدارج اعلیٰ گذاشتہ بملازمت بادشاہ ذخیرۂ سعادت ابدی اندوخت و از پیشگاہ خلافت و جہانبانی بعطائے خلعت و خطاب عماد الدین خاں قامت مباہات برافراخت کم کم خیال شعر ہم کردہ و شعرش از خزانۂ عامرہ ویکے از جائے دیگر بہم رسیدہ۔ [۲]

---

[۱] وطن اسلافش بدخشاں - میر باقی والد حشمت بر نانت محمد یار خاں ناظم شاہ جہاں آباد بسر برد حشمت مشق سخن از عبدالرضا متین و خان آرزو نمودہ و در سنہ ثلث ستین و مائتہ والف (۱۱۶۳) فجارۂ جادۂ عدم پیمودہ سہ

بیجاست مرا در غم وصلت مردن | پیش از دہن است نام لعلت بُردن
در آئینہ خود مگر بوسی لب خود... | روئے باید برائے حلوہ خوردن

صبح گلشن صفحہ ۱۳۹

[۲] مرزا امام قلی مخاطب بہ عماد الدین خاں از امرائے محمد شاہ بادشاہ بود سہ

ما جور کشاں، نام نگیریم وفا را | پروردۂ دردیم نخواہیم دوا را
ازاں در پہلوئے خود میکنم دل را نگہداری | کہ بر گرد سر آں کاکل شکیں بگردانم

شمع انجمن صفحہ ۱۳۳

حزیں ۔ شیخ محمد علی حزیں ولد شیخ ابوطالب گیلانی سلسلۂ نسب ایشاں از روے کتب تواریخ بشیخ زاہد گیلانی کہ پیر سلطان حیدر صفوی بود منتہی می شود، شیخ علیہ الرحمۃ در دارالسلطنت صفاہان تولد یافتہ ابتدائے عمر در صحبتِ والدِ نامدار خودش پارۂ از علم رسمی تحصیل نمودہ و بعدازاں قدم در مدارس گذاشتہ از جابجا تمتع یافتہ در اصول وفقہ از قدوۃ المحدثین ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمۃ مستفید شد علوم الٰہی و طبعی و ریاضی از زبدۂ فضلائے نامدارِ ایران میر محمد مسیح متعنی تخلص تحصیل فرمودہ، اما در شعر شاگردِ کس نیست و خود می نویسد کہ در ہفت سالگی غزلے در جوابِ شوکت بخاری گفتہ بودم او نیز برائے من آفریں کرد و نہ سالہ قصیدہ در جوابِ قصیدۂ اشرف الورمرزا طاہر وحید گفتہ علی روس الاشہاد خواندم نواب وحید الزماں مرا در بر گرفت و تحسین بلیغ فرمود دہم در مجلس موافق ارشادِ پدر والا مقدار غزلے در جواب مولانا محتشم بدیہہ رساندم ازاں روز از خدمتِ والدِ علامی اجازت گفتن شعر حاصل کردم۔ غرض کہ جامع علوم غریبہ و فنون شریفہ بود احوال شاعریش بر بالغان ایں فن ظاہر است ۔چوں وارستگیٔ مزاج مخصوصِ خاندانش بود و نیز بسبب عرض کہ شاہ را باہم رسیدہ بعدِ زیارت عتباتِ عالیات و حرمین شریفین اکثر بلادِ عجم و عرب را سیر کردہ بقولے چہل و دو سالہ و بقولِ ملا نظر علی ہمدانی چہل و شش سالہ در دیارِ ٹھٹھہ و بھکر تشریف آوردہ و ازانجا نقل کردہ از راہ لاہور بہ دہلی تشریف ارزانی فرمودہ در حوالیٔ عمدۃ الملک امیر خاں مرحوم انجام تخلص پائیں شد بار با فردوس آرامگاہ خواستند کہ آں بزرگ را پیش خود طلبیدہ حظے از کلام وے بردارند زنہار قبول نکرد ۔چوں استغنائے مزاج او بر بادشاہِ عالم پناہ با حسن وجہ ہویدا شد خود یک دو بار سوار قصدِ منزل گاہش کرد شیخ از آمد آمد اطلاع یافتہ دبہانہ زیارتِ خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکیؒ پیش از آمدن بادشاہ سوار شدہ در رفت چوں کرۃً چنیں اتفاق افتاد تلاقی الطرفین فی مابین صورت نگرفت بالآخر بسبب منادی گشتن از زبان سخن چیناں و غوغائے حریفاں از دہلی بر آمد در بنارس رفتہ کنج عزلت اختیار نمود ۔فضل و کمالش

از کثرت اشتہار بے نیاز اظہار است چوں عمرش از ہفتاد تجاوز کرد بداعیٔ اجل لبیک اجابت گفت و در ہماں شہر مدفون گردید و چند سال پیش از وفات مقبرۂ خود را بنا کردہ بود اکثر اوقات ہمانجا می نشست و در اکثر تصانیف اقوال او حکیمانہ است، مزاجش بتصوف بیشتر مشغول بود و بغوث الاعظم شیخ محی الدین جیلانی رح خیلے اعتقاد داشتہ بودہ است چنانچہ خود نیز قادری گفتہ می شد سجع مہرش علی ابن ابی طالب بود۔ از تصانیف اوست کتاب فتح السبیل مشتمل بر تفصیل مذہب امامیہ و ترجیح صوفیہ بر جمیع فرق و چہار دیوان کہ مجموعۂ وے سی و شش ہزار بیت باشد و مثنوی ودیعۃ البدیعہ و ہر دو مثنوی میخانہ و رسالۂ کوچکے در حلت و حرمت اکل وحوش وطیور و رسالہ در علم موسیقی و ترجمۂ توریت و انجیل بزبان فارسی [سل]

حسرت۔ ذوقی رام حسرت قوم بانیہ متوطن شاہجہاں آباد ہمیشہ در مطالعۂ دواوین متقدمین بودہ کسب زبان و اخذ محاورہ از کلام اساتذہ کردہ زبان و بیانے بہم رسانیدہ کہ بے تکلف این بابا را شیخ .... بابا فغانی و طرز شناس وحشی کاشانی میتوان گفت و از بسکہ سیر مشق است دو دیوان ضخیم تصنیف کردہ یکے از عالم تلاش

[سل] شب یازدہم جمادی الاول ثمانین و مائتہ والف (۱۱۸۰ھ) دامن از خارزار جہان برچید و در قبرے کہ در بنارس برائے خود ساختہ بود خواب راحت برگزید مولف گوید [سو]

(آزاد) خزانۂ عامرہ صفحہ ۲۰

علامۂ عصر و شاعر خوب — افسوس کہ از میانہ برخاست

تاریخ وفات او نوشتم — از فوت حزیں حزیں دل ماست

کلام [سو]

باشد بہ چمن ہر برگِ گل دام ہوسہا — رشک است بآزادی مرغانِ قفسہا

اے وائے بر اسیرے کز یاد رفتہ باشد — در دام ماندہ باشد صیاد رفتہ باشد

پیش از ظہورِ جلوۂ جانانہ سوختیم — آتش بنگ بود کہ ما خانہ سوختیم

(مآثر الکلام صفحہ ۲۲۵)

بطور متاخرین بوضعِ متقدمین عشق خیز و شور انگیز اما از بسکہ در اشعارِ تلاشیش نیز فی الجملہ آمیزش دردے ہست لہذا میخواست کہ ہر دو را .... کند اکثر اوقات نواب اعظم الدولہ بہادر را عنی ابوالقاسم خاں صافی مرحوم کہ از کلامِ روح افزائش حظے برمیداشت مشارالیہ را نظیریٔ عصر میگفت در وقتے کہ مرزا ابوالمعالی عالی و مرزا صدرالدین و مرزا محمد علی فروغ شاہزادہ و دیگر مرزایان و نورالعین واقف واردِ شاہجہان آباد بودند و غزلے باہم طرح میکردند نخش برہمہ مجرہ شد و در محاورہ ہرگز از وے خطائے نمی شد ازیں جہت اعتبارش نسبت بہ دیگر شعرائے ہند نزدیکِ مرزایان ایران بیشتر بودہ باوصف ایں کمال مردِ خود بیں و غریب وخوش اختلاط است وبا فقیر از مدتے رابطہ آشنائیٔ درست دارد۔[1]

حاتم ۔ شیخ ظہورالدین عرف شاہ حاتم ولد شیخ فتح الدین بقولش[2] تاریخِ تولدش حرف ظہور باشد از خاک پاکِ شاہجہاں آباد است۔ ہشتاد و سہ سال عمر دارد و در ایامِ جوانی سپاہی پیشہ بود و ہم شعر ریختہ را بر روئے کار آوردہ ۔ دراں وقت چندے بہ رمزی تخلص میکرد از بسکہ ایں خرابہ از قدردانان معمور بود امیرزادہ ہائے والا تبار و رؤسائے ذوالاقتدار او را بیش از بیش بتواضع و تعظیم پیش آمدہ بر مسند برابر خود جا میدادند و مناسب حال خود باہر یکے زرِ وافر میگذارند۔ مردِ بزرگ

---

[1] لب و لہجۂ خوش یافتہ مدتے بسیاحت ملک دکن گزراندہ پس در شہر رامپور افغاناں اقامت گزیدہ وہما نجا چادر فنا بر سر کشید سو

بسے می سوختم از گرمیٔ مہر تو دردلہا	چہ سازم ماہ من اکنوں کہ گشتی شمع محفلہا
چو سرو استادہ برپا در رہت بہر خوش اندامے	سر کوبت خیابانے شدہ زیں پائے در گلہا
اشکے نفشاندیم کہ دریا شدنی نیست	صد شکر کہ جگر گوشۂ ما ناشدنی نیست

روز روشن صفحہ ۱۷۰

[2] ن کہ بقولش

دجہاں دیدہ و فرسودۂ روزگاراست عمرہا بعیش و طرب بودہ و سالہا بناز و نعمت پرورش یافتہ حالا چوں کسے نماند بسبب مصلحتِ وقت ہوائے زمانہ را مختلف دیدہ متوکلی و خانہ نشینی اختیار کردہ۔ از ہندی گویان قدیم ایں دیار یادگاراست و نام نامیش از بس شہرت بسیار مذکورِ زبان صغار و کبار طرزِ اولش در شعر بطور معمول و تاجی و ابرو وغیرہ شعرائے ایہام بنداست و طرزِ آخرش باندازِ تازہ گویان حال بعض اشخاص نزدیک و در شاہِ مذکور را بسبب طوالتِ عمرش خود از رفتگاں شمردہ حاتم ثانی قرار مید ہند لہذا دریں آخر عمر دیوانے کہ در زبانِ ریختہ گویان حال ترتیب دادہ نامش دیوان زادہ گذاشتہ تا رفع اشتباہ آنہا گردد اختلافِ زبان ریختۂ سابق و حال ہم دعویٰ بہم لہ القوم را مقرون بصدق نگر داند در فارسی ہم دیوان مختصرے بقدرِ چہار جز بطورِ متاخرین بیاض فرمودہ در یک ہزار یک صد و نود و ہفت در ماہ مبارکِ رمضان رحلت کردہ فقیر تاریخ رحلتش چنیں یافتہ

حاتم آں پیشوائے اہلِ سخن — کہ قدم در مقامِ فقر فشرد
حرفِ عمرش قضا بکزلکِ حک — چوں کہ از صفحۂ زمانہ سترد
سالِ تاریخ از خرد جُستم — تاکہ ایں مصرعۂ بگوشم خورد
کہ بگو مصحفی چو پُرسیدت — آہ صد حیف شاہ حاتم مرد

۱۱۹۷ھ

کلام سعد

شب کہ در بزم تو پروانۂ دیدار شدم — شمع می سوخت دراں پردہ کہ از کار شدم
آں پری دام بدوش از پئے صیدے می گشت — بیخبر بودم و یکبار گرفتار شدم

اے وائے گر نگہ بہ نگہ آشنا شود — دزدیدہ دیدن تو زمن می برد مرا

سلو فہم العلوم (ن رام پور)

چہ کنم گر بہ سر کوچۂ زلفش نزدم | می دہد شوق قسم ہا بسر یار مرا

فتد آتش بجانِ ناتوانی ہائے من حاتم | نہ دارم طاقتِ دیدار و می گویند یار آمد

نیست دل در برم از شوخیٔ صیادے چند | حسرتے چند گرہ دارم و فریادے چند

حاتم ببیں کہ زاہدِ پرہیزگار را | دل جائے دیگر است و نظر جائے دیگر ست

آں پری را ہوسِ دیدنِ خود پیدا شد | عمرہا خدمتِ آئینہ فروشاں کردم

حیرت ۔ الہ وردی خاں حیرت شاملو بزرگ زادہ ہائے ہرآت بود گویند معنی و بیان و بدیع و عروض و قوافی و ہرچہ شاعر را درکار باشد جامعیت داشت۔ و علم سیاق زاہد فضائلِ مذکورہ مدتے پیش ازیں در پٹیالہ تشریف آوردہ بود با تمامی سردار جہاں خاں کرد راجانہ اختیار بود با نورالعین واقف کس فرستادہ نزدِ خود طلبیدہ ملاقات کرد غزلہائے وے شنیدہ پر محفوظ شد و آفریں کرد طلسم حیرت مرزا بیدل و دیگر نظم و نثرش را بسیار می پسندید بالآخر بکابل برگشت و مدتے دراں شہر بعیش و عشرت بسر آورد بوطن مالوفہ عود نمود از پنج سال درہماں جا ودیعتِ حیات سپرد مدت عمرش غیر ازیں کہ معمر بود معلوم فقیر نیست۔

حاکم ۔ حکیم بیگ خان لاہوری حاکم تخلص میگذارد پدرش شادماں خاں کہ از بزرگان قوم بود و جدہ اش سیدہ دختر قاضی میر یوسف است کہ از سادات ہراتِ و قاضی بلخ گذشتہ چوں مشارالیہ در عہدِ خلد مکان بہند آمدہ توطن گزید حکیم بیگ خاں در آغازِ عصرِ فردوس آرامگاہ منصبِ عالی اعتبارے

بیدا کردہ بود آخر آخر لباس فقیری را بر خود درست کردہ سیر شاہجہاں آباد وکشمیر کرد زیارتِ حرمین شریفین دریافتہ ہم دریں سفر سیاحت ہائے دکن و دیگر اطراف نمودہ ازیارانِ نزدیک بدل نورالعین واقف است و در شعر شاگردِ شاہ آفریں لاہوری، دیوانے ترتیب داد، وتذکرہ شعرائے کہ صحبت آنہا دریافتہ نوشتہ و نام آں تحفۃ المجالس گذاشتہ بود آخر بگفتۂ میر غلام علی آزاد بلگرامی برعایتِ ابہام" مردم دیدہ " گذاشتہ۔ ۱؎

۱؎ در ۱۱۸۲ھ اثنین وثمانین ومائۃ والف راہِ آخرت پیمود از افکار اوست ؎

فلک بایں تن کاہیدہ اشکبارم ساخت — ہزار شکر کہ تسبیح ذکر یارم ساخت

نہ بدر و آشنائی نہ بعشق راہ دارد — بچہ کار آید ایں دل کہ کسے نگاہ دارد

بآں نگار، گل از شرم روبرو نشود — ہزار رنگ شود بیک ہمچو او نشود

(نتائج الافکار صفحہ ۱۹۶)

حرف الخاء

خادم - مرزا نظر بیگ خادم بود و باش در مغل پوره بود بیشتر سبقت تخلص میکرد و بعدازاں خادم قرار داد - دو شعر او از اکرم علی خاں شنیده شد [1]

خرد - خواجه یحیی خان خرد نواده ذکریا خاں صوبه دار لاهور - صاحب طبع بلند و فکر ارجمند است گویند در فن شعر مرزا دولت بسیار کرده و صحبت با دیده [2]

---

[1] نظر بیگ خادم مشق سخن از میر محمد افضل ثابت اله آبادی نموده و بعهد محمد شاه بادشاه دہلی در سن ستین و مائته والف (۱۱۶۰) بزیر خاک آسوده سو

گر کند از قفس آزاد مرا　　　میکشد دوری صیاد مرا

صورتش دید و ز شرم آب نشد　　　حیرت از آئینه رو داد مرا

اے که میگوئی دم مردن فراموشم مکن　　　من که می میرم برایت چون فراموشت کنم

(صبح گلشن صفحه ۱۲۸)

[2] از اولاد حضرت قطب عالم - نواسهٔ ذکریا خاں صوبیدار لاهور مرد کہنه مشق بود از بدو شعور به شعر و شاعری مائل گشته و اکثر در خدمت شیخ حزین علیه الرحمة حاضر بود سخن مربوط میگفت چوں بحسب اتفاق وارد لکھنؤ گردید از جناب ارشاد مآب (سرپ سکھ دیوانه) استفادهٔ کلام نموده چند سال است که فوت شد سو

در کعبه ناتوانی مارا کجا رساند　　　از خانه تا به مسجد شاید خدا رساند

(سفینه هندی صفحه ۷۰)

حرف الدّال

دیوانہ - رائے سرپ سنگھ دیوانہ قوم کھتری از قرابتیان راجہ رام نراین دیوان اعلیٰ نواب شجاع الدولہ بہادر مرحوم اصل بزرگانش پنجاب و پدرش از لاہور و خودش در شاہجہان آباد نشو و نما یافتہ چوں از ابتدائے عمر موزوں طبع افتادہ بود بیشتر فکرِ شعر ہندی میکرد بصاحب کمالان دہلی مثل خواجہ میر درد وغیرہ ملاقات ہا داشت وقتے کہ بسبب برہمیٔ اوضاعِ شاہجہان آباد بہ لکھنؤ رسیدہ دریں دیار از استادانِ ہندی گو کسے را ندید آخر خیال فارسی را در مرجا داد آنچہ دراں روزہا موزوں میکرد پیش شیخ عبدالرضائے متینؔ برائے اصلاح می برد تا آنکہ ہمدراں نزدیکی مرزا محمد فاخر مکین از دہلی رخت بایں دیار کشید و در مجلس مشاعرہ زمزمہ غزل عاشقانہ را بلند آوازہ گردانید خیلے دلش رجوع بہ ایشان آوردہ مرزائے مذکور را بہ استادی برداشت و ہمیشہ کلامِ خود را از نظرش میگذرانید حالا از چند مدت نقصِ صحبت بمیان آمدہ است بطورِ خود در لکھنؤ کوس لمن الملکی میزند زبانش شستہ و رفتہ است در وضعِ پوشاک و شعر تتبع اہل ایران کردہ عنان گستہ براہِ سخن میرود در روانی طبع او را پر گو ساختہ سہ دیوان تالیف کردہ نام یکے عشقیہ و نام یکے دردیہ و نامِ یکے ذوقیہ گذاشتہ سلسلۂ اکثر ریختہ گویان کہ دریں شہر می باشند بادمی پیوندد اگرچہ حالا خود ریختہ نمی گوید دیوان دردیہ اش از نظر فقیر گذشت سلہ

سلہ بعد از خرابی دہلی در لکھنؤ رحل اقامت انداخت سہ

نے روز راحت است نہ شب خواب چوں کنم — مردم ز درد، اے دل بیتاب چوں کنم

نہ پرسیدی مرا در نزع و رفتی وائے بیدردی — تو بیدردے ولے ہرگز نبود ایں جائے بیدردی

(روز روشن صفحہ ۳۵)

دیدہ - اعز[1] خاں دیدہ تخلص از شرفائے توران و عمدہ ہائے قوم مغل است در آوانِ دولتِ فردوس آرامگاہ پنجہزاری ذات عز امتیاز داشت و اکثر بہ کابل می بود گاہ گاہے فکرِ سخن می کرد۔[2]

درد - خواجہ میر درد خلفِ شاہ ناصر کہ سلسلۂ ایشاں نقشبندیہ است و آں را مقابل نقشبندیہ مجددیہ محمدیہ ایجاد کردہ نام گذاشتہ در ایامِ جوانی سپاہی پیشہ بود از اں باز کہ پا بر بوریائے درویشی گذاشتہ و چشم از غیرِ حق پوشیدہ نہادہ ہمیشہ در کسبِ سلوک و فقر و نفاد توحید و تصوف کوشیدہ و چشم از غیرِ حق پوشیدہ در زبانِ ریختہ بعدِ ایہام گویاں خیلے دادِ فصاحت دادہ چنانچہ دیوان مختصرے از و یادگار است و مقبول نظرِ فصحائے روزگار۔ چوں فضل و کمال داشت در راہ پُرخارِ فارسی ہم برغمِ دیگر ریختہ گویاں قدم نہادہ۔ از تصنیف اوست علم الکتاب و واردات و نالۂ درد در جوابِ نالۂ عندلیبِ شاہ ناصر و دیوانِ فارسی مختصرے مع رباعیات۔ تا دریں بزم دل افروز جانشین اوست: بحستِ زندگانی اکثر شاگردان و مریدان و معتقدان از ذاتِ بابرکاتش استفادہ ہا میگرفتند و ادراک صحبتِ کیمیا خاص اورا لبسیار غنیمت می شمردند فقیر ہم گاہ گاہے بے غرضانہ صحبتش را دریافتہ است الحق کہ دریں پیری شخصے بود باغ و بہار و وجودے بود از بزرگانِ زمانہ یادگار - چند سال

---

[1] ن - اعزہ دیدہ -

[2] پسر کوچک اعز خاں بزرگ است از قوم ترکان از امرائے شاہ جہان بود بعد از فوت پدرش بجائے پدر نشست و بعد ازاں بصوبہ داری کشمیر سرافراز گردید

ابروئے تو زہ کرد کمانے بہ کینے   یک صید نیاسود زمانے بزمینے

(مردم دیدہ صفحہ ۱۶۳)

است کہ جائے خود را برادرِ خورد محمد میر آثر تخلص گذاشتہ رفتہ[۱]

درد مند۔ محمد فقیہہ درد مند در شعر و وضع شاگرد و متبع مرزا مظہر جان[۲]
جان بود فکرِ ہندی و فارسی ہر دو میکرد و ساقی نامہ در زبان ریختہ از و مشہور
است۔

---

[۱] در ۱۱۹۹ھ بعمر شصت و شش سال انتقال فرمود وصل خواجہ میر درد، تاریخ است ۳
۱۱۹۹ھ

بر سرِ کوئے تو ام یک بار می باید گریست | ابر تا داند کہ ایں مقدار می باید گریست
نے دوائے راست می آید نہ جاں ہم میبرد | درد بر حالِ من بیمار می باید گریست
بجلوہ گاہِ تو غفلت خرامی سارا | برنگ نقشِ قدم چشم غافل افتاد است

شمع انجمن صفحہ ۱۵۰

[۲] ن جان جانان

[۳] ہمراہ والد خود در اصغر سنِ از دکن بہ شاہ جہاں آباد درظلِ عاطفت شاہ ولی اللہ
نبیرۂ مجدد سہرندی قدس سرہا جا گرفت تبست کہ بجانب بنگالہ رفت ۳

آں قدر با قفس افتاد سر و کار مرا | کہ فراموش شد آخر رہ گلزار مرا
حق فریاد ادا می کند از فیضِ قدس | کرد بسمل حسد مرغ گرفتار مرا

(تذکرہ بے نظیر صفحہ ۱۶)

حرف الذّال

ذرّه - مرزا محمد سمیع ذرّه پسر حکیم محمد شفیع اکبرآبادی بزرگانش اہل خطہ بودہ اند و خودش در لکھنؤ تولد و تربیت یافتہ جدش مردم کشمیر بود در عہدِ خلد مکان بہ اکبر آباد نقل کرد و والدش در مستقر الخلافہ متولد شدہ خلاصہ نسب آنہا مرزا است غالب کہ اصل ایشاں از ایران زمین باشد و خودش ہم میگوید کہ وطن آبائے ماییز داست، محتمل کہ از یزد کشمیر آمدہ باشد بالجملہ مرزائے مذکور در سرکارِ نواب وزیر الملک نواب شجاع الدولہ بہادر بہ امر طبابت عز امتیاز داشت بعد رحلتِ نوابِ مغفور در آوانِ دولتِ نواب آصف الدولہ بہادر بسبب انقلاب ہوائے زمانہ محمل سفر را بزیارتِ عتبات عالیات بستہ عازم کربلائے معلی شد تا آنکہ رفت و باز آمد و بار دیگر قبائل و عشایر خود را از لکھنؤ در ہماں ارض طیبہ بردہ رحلِ اقامت انگندہ چوں رسالۂ عروض و قوافی از میر شمس الدین فقیر کہ مولفش نیز میر موصوف است خواندہ و بعض غزلہائے ہم دراں روزہا از نظرش گذرانیدہ تہمتِ شاگردیش بایں تقریب برخود بستہ درست ساختہ و در شعر بزعم خود بہ تتبع اہل زباناں وشستہ گویاں خیلے غلو دارد دیوانش در لکھنؤ از نظر فقیر گذشت درائے قصاید و رباعی و ترجیع مجموع ہزار شش صد بیت دیدہ شد[1]

---

[1] با آخر عمر بہ کربلا رفتہ متوطن شد و ہمانجا در اوائل ۱۳۰۰ در گذشت ایں رباعی از وست ؎

گرما بگذشت و ایں دل زار ہماں | سرما بگذشت و ایں دل زار ہماں
القصہ ہزار گرم و سرد عالم | بر ما بگذشت و ایں دل زار ہماں

(شمع انجمن صفحہ ۱۶۱)

ذکا - میر اولاد علی ذکا پدرش میر غلام امام برادرِ اعیانی میر غلام علی آزاد بلگرامی است مشارالیہ مشقِ سخن پیش میر مذبور کردہ از اشعارِ او کہ در خزانۂ عامرہ بود یک شعر انتخاب افتادہ [1]

ذہین [2] - برادر محمد برہان علی خاں رہین [3]

---

[1] تاریخِ ولادت ۲۷ رجب ۱۱۵۱ھ با میر آزاد تلمذ درشت چنانچہ خود گوید ؎

باشد جناب حضرت آزاد اے ذکا   استاد ما و قبلہ ما، افتخار ما

شاعر خوش فکر و بالغ نظر بود - در اوائل صدی سیزدہم (۱۲۱۵ھ) وفات یافت ؎

پنجہ از شوخی بہ دامانت زدن دستور نیست   ورنہ دست ما ضعیفاں ایں قدر کمزور نیست

ہمیں چناں بدل بار بار می آید   کہ بے تو زندگی من چہ کار می آید

تا وہد آب بگل اشک رواں من و تو   بلبل اخلاص ضرر است میاں من و تو

[2] ن - محمد حسن علی خاں -   (فارسی بلگرام صفحہ ۵۴)

[3] شیخ حسن علی خان لکھنوی نکتہ سنج و ذہین شاگرد میرزا فاخر مکین بود ؎

خوشا حال شہیدان محبت   کہ بر خاک رہت آرام کردند

ذہین روز وفا چوں بود چابک   سگ کوئے محبت نام کردند

در روز روشن صفحہ ۲۳۰

حرف الرا

راہب - مرزا محمد جعفر راہب مولدش دار السلطنت صفاہان بودہ از ساداتِ عالی مقدار و نبائرِ سلاطین صفویہ گفتہ می شود چندے باشیخ ہم درس بودہ اگرچہ چنداں با علوم اشتغال نداشتہ اما در دانش و ذکا و فصاحت و بلاغت امتیاز تمام داشت علی قلی خاں والہ از تربیت یافتگانِ اوست ہر چند خانِ مذبور التماسِ آمدنش بہ ہندوستان کرد قبول نیفتاد ہماں جا برحمتِ الٰہی پیوست۔ [1]

رفیق - سبزی فروش کہ اسمش آقا حسین است چوں در چار سوئے صفاہان چندے در صغرِ سن سبزی فروشی کردہ ازیں جہت نامش بہ سبزی فروش شہرت یافتہ مدتیست کہ آں پیشہ را گذاشتہ تا بقیدِ حیات بود بسبب فضیلت شعر پیشِ بزرگان عزت و حرمتِ تمام داشت در صفای کلام خیلے داد شستہ گوئی می داد سہ سال است کہ ازیں باغ سبز بسبزہ زار گلستانِ عدم خرامیدہ۔ [2]

---

[1] از سادات طباطبا و نوادۂ فاضل مشہور مرزا رفیعا نایئی است سو

گر پیش نہال قدِ تو جلوہ طراز است — عذر گنہ سرو ہمیں بسکہ دراز است

خوشا بہ عشرت مرغے کہ آشیاں دارد — نہ گلشنے کہ نہ گلچیں نہ باغباں دارد

(تذکرۂ بے نظیر صفحہ ۷۱)

[2] آبائے او بہ ہمیں پیشہ معیشت می نمودند وے در سنہ یکہزار بست و شش در قید حیات بود باآں کہ بہرہ از نوشت و خواند نداشت شعر خوب می گفت سو

اے روئے نکردہ سوئے دلہا — سوئے تو مدام روئے دلہا

مرا در چشم تا جاں آفریدند — بجائم مہر جاناں آفریدند

برائے مدعی ترک من اے پیماں شکن کردی — ترا گفتم کہ ترک مدعی کن ترک من کردی

(روز روشن صفحہ ۲۵۴)

راسخ۔ سیالکوٹی کہ میر محمد علی نام دارد از اکابرِ شعرائے سرمایہ دار است، با مرزا بیدل و شاہ آفریں ہم طرح بودہ۔ کسب فنِ شعر از پیش پدرِ خود کردہ دیوان ضخیم ترتیب دادہ چوں شوخ طبع و ظریف مزاج افتادہ بود میلانِ طبع طرفِ ہجو بشتر داشت و در فنِ فارسی نظم و نثر و موشگافیہائے فقرات و ابیات و مشکلہ کسے نظیرش نبود۔ در سنہ یکہزار و یک صد و پنجاہ در لاہور رحلت کردہ اما نعشِ اورا بوطن مالوفش بردہ بخاک سپردہ اند[۱]

رہین۔ میر برہان علی خاں رہینؔ پسرِ نواب معز الدین خاں قوم شیخ ساکن لکھنؤ کسبِ فن گرامیٔ شعر از مرزا محمد فاخر مکینؔ کردہ و تحصیل علمِ معقول و منقول از حافظ غلام مخدوم شاگردِ شاہ ولی اللہ دہلوی کردہ است[۲]

رافت۔ مرزا عبداللہ رافتؔ برادرِ مرزا علی رضا خاں قوم مغل خلفِ میر محمد کاظم بزرگانش از خزیمہ کہ قبیلۂ بزرگ از عرب بودہ اند دبتون کہ موضع است از ناصیہ مشہدِ مقدس استقامت داشتند میر عبدالصمد جد ایشاں در عہد اورنگ زیب

---

[۱] ن۔ راسخ [۲] یہاں کوئی لفظ رہ گیا ہے۔

[۲] صحیح تخلص راسخ در وطن خود قلندرانہ بسر می برد و ہنگامۂ سخنوری گرم داشت قریب صد سال بزیست و در سنہ ۱۱۵۰ھ بجوار رحمت الٰہی پیوست بسیار خوش طبع خوش محاورہ انجمن افروز بود

ز طرز آن نگاہم طاقت آخر ناتوانی شد	مرا چشم سیاہ یار، افسون جدائی شد
نہ غرور است کہ سر پیش تو افراختہ ام	گردنے راست پئے تیغ کجت ساختہ ام

(شمع انجمن صفحہ ۱۲۱)

[۳] از شیوخ فاروقی لکھنؤ و عالی نسباں والا نژاد است۔ در علم و فضل صاحب استعداد اولاً بعاشقؔ متخلص بود و بعد شاگردی میرزا فاخر مکینؔ بروزنش رہین اختیار نمود

تنہا نہ از نو وعدۂ فردا قیامت است	امروز میروی تو و بر ما قیامت است
باظہارِ غم دوری و عرضِ حال مشتاقی	زباں فرسودہ در کام و حکایت ہمچناں باقی

(صبح گلشن صفحہ ۱۸۶)

وارد ہندوستان شدہ بجاگیر سرافرازی داشت خودش در لکھنؤ تولد یافتہ و توطن اختیار کردہ از مدتے بر نظم بہادران دست از علائق دنیا افشاندہ بگوشۂ بے نیازی بسر می برد چون پیرایۂ حالش بزیور فضل و کمال آراستہ است گاہ گاہے بمقتضائے موزونی طبع فکر شعر ہم کردہ خود را از شاعران نہ گرفتہ۔ [1]

رومی ۔ مرزا جعفر رومی تخلص کہ در لکھنؤ قیام داشت و ہم اینجا وفات کردہ۔ [2]

راغب ۔ مرزا سبحان قلی بیگ راغب تخلص جوان قابل و دانا از ابتدا فکر ریختہ بیشتر می کرد آخر آخر بگفتہ استاد یعنی مرزا محمد باقر منیر مرزا ترک ہندی گوی کردہ کمر بر فکر شعر فارسی بستہ۔ [3]

---

[1] از ملازمان سرکار وزیر الممالک نواب آصف الدولہ بہادر بود سو

نے ہمیں دل زغم عشق بجاں می آید — دل بجاں، جاں بلب و لب بفغاں می آید
رانت امروز مدام بزم مگر راہ نیافت — کہ ز حسرت بقفائش نگراں می آید

(صبح گلشن صفحہ ۱۷۱)

[2] صحیح تخلص روحی است۔ ساکن رنبر پور۔ در عہد شاہ عالم بہادر شاہ بطریق سیاحت بہ شاہ جہان آباد برخوردہ آخرکار در سنہ اربع و خمسین و مائتین (۱۲۵۴ھ) الف یا امن عدم کشید سو

کشت چشم تو دلے فتنہ، قامت باقیست — نیست آرام بدل کہ قیامت باقیست
گرم جولان تا بخود چوں شمع سرتا پا شدیم — خواہش را جستیم چندانکہ ناپیدا شدیم

(نتائج الافکار صفحہ ۱۸۴)

[3] بنظم اردو اکثر و نظم فارسی کمتر توجہ می نمود از دوستان سعادت یار خاں رنگین بود سو

ہر کسے دارد بجائے خویشتن — فکر یارے از برائے خویشتن
کند از جا بیستوں را کوہکن — تا کند محکم بنائے خویشتن

(روز روشن صفحہ ۲۴۴)

حرف الزا

زیرک - پنڈت گوبند رام زیرک تخلص شخص جهاندیده بود شعر را بطور اہل خطہ بصفائی تمام می گفت معاصرین بر شاعریش اتفاق داشتند۔ لہ

لہ کشمیری فلک‌عنوی طبع رسا و فکر فلک فرسا داشت شیخ محمد علی حزین لاہیجی در قطعۂ زبان به ہجو کشامرہ دراز کرده بود این زیرک بمعانیه اش ہم برآمده در جوابش قطعۂ گفت و بسیار دراز نقیہا نمود چند اشعار این قصیده مرقوم می شود سو

شہسوار یکہ بدشت سخن از طبع رواں — تاخت چوں قدسی و طغرا و جلالا شہب
واصف خطۂ کشمیر شد و سکانش — کہ عجیب است غریب اند عجم تا بعرب
آدم آنست کہ گوید ز بہشت و غلماں — ہرچه آید بدل از معنی و لفظش برلب
نہ کہ چوں مرتد مجہول فرو مایہ فضول — کہ نہ از خلق خوشش بہره بود نے زادب

در دز روشن صفحہ ۲۷۳ / ۲۷۴

حرف السّین

سامی - مرزاؔ خاں بیگ سامی ولد مرزا سعید قوم قبچاق بدخشی وطن بزرگانش کولاب است وخودش درکشمیر تولد یافتہ قریب پنج شش سال است بہ ہند آمدہ برفاقت نواب ابوالقاسم خاں مرحوم معزز بود چوں نواب موصوف درجنگ ضابطہ خاں شہید شدہ جہان گذران را پدرد کرد مرزائے مذبور از وقوع ایں واقعۂ جانکاہ غمناک شدہ خواست کہ باز بوطن خود عازم شود مخدرات سرادق عصمت یعنی واماندگان نواب اورا مانع آمدہ نگذاشتند کہ بکشمیر رود در قصائد وغزل و شاہنامہ بطور خود استاد است و در تاریخ گوئی بے نظیر فقیر را بایں بزرگ تا در شاہجہاں آباد بود اکثر اتفاق ملاقات می افتاد مذہب سنت وجماعت داشت۔ و دریں آخر عمر درسلسلہ قادریہ بخاندان حضرت خواجہ میر درد دست بیعت پیش نہادہ وترجیع بند خوبے بمدح ایشاں بیاض کردہ چند سال است کہ داعیٔ اجل را لبیک اجابت گفتہ مدفنش بیرون ترکمان دروازہ در مقبرۂ خواجہ میر درد واقع شدہ [2]

سخنور۔ بلگرامی محمد صدیق نام دارد در قوم شیخ عثمانی است منصب قضائے آں خطہ از چند پشت مفوض بہ بزرگان مومی الیہ بود الحال ہم بہ برادر بزرگش تعلق دارد غرضکہ قاضی گفتہ میشود و در طالب علمی و فن طبابت تمیز بقدر حال چہارنش

---

[1] مرزا جان بیگ سامی ولد مرزا سعید بیگ

[2] در دہلی نشو ونما یافتہ سو

می آمد و برمن ز تبسم نظرے داشت	گوئی ز دل گم شدہ من خبرے داشت
بختم نہ بدیں رنگ چو زلف تو سیہ بود	آخر نہ ز روئیت شب ماہم سحرے داشت

(روز روشن صفحہ ۲۸۵)

ہست واین چیز ہا از دیگر اساتذہ یاد گرفتہ و در فنِ شعر شاگردِ خان آرزو خود رامی گوید
فیقررا در لکھنؤ ملاقات باد افتادہ۔ [1]

سخا۔ زاہد علی خاں سخا مولد و موطنش لاہور بودہ است و ہمانجا پیش یکے از
بزرگان تربیت یافتہ و قدم برجادۂ شاعری مستحکم گذاشتہ باجملہ از وطن برآمدہ مدتے
بہ کشمیر بسر برد روانیِ الفاظ و لطافتِ عبارت از نظم و نثرش پیداست دیگر احوالش
بشرح و بسط معلومِ فیقر نیست۔ [2]

سودا۔ کہ مرزا محمد رفیع نام دارد و در ابتدائے شوقِ شعرِ ہندی شاگردِ سلیمان
قلیخاں و داد بود و نیز بہ شاہ حاتم رجوعے داشت۔ شاہِ مذبور بہ ہمیں جہت در
تحریۂ خود بہ اسامی شاگرداں کہ فہرست آں برپشت سرِ لوحِ دیوان نوشتہ اسمش

---

[1] پدرش قاضی احسان اللہ عشاق (قاضی شہر بلگرام) سخنور کلام اللہ ازبر کرد و مختصرات کتب
درسی گزرانید عشق سخن در سایۂ تربیت میر نوازش علی (فیقر) می کند و فکر صحیح دارد در ۱۲۲۳ھ
برحمت ایزدی پیوست

تا بہ گلگشت چمن آں سرو قامت می رود	برسر قمری چہ آشوب قیامت می رود
می غود سرمایۂ نازآں سپاہی پیشہ را	آنچہ از جنس نیاز من بغارت می رود

(فارسی بلگرام و مآثر الکلام دوم صفحہ ۳۵)

[2] میرزاہد علی خلف مرزا سعدالدین - حاکم لاہور بود و با افاغنہ جنگہا نمودہ دستگیر آمد مدتے در اصفہان
محبوس ماند در اواخر بہندوستان رسید و ملازمت فردوس آرام گاہ مشرف گردید - در سنہ یک ہزار یک صد
و چہل و شش از دست مغنیہ مسموم شد

در شب ہجر تو شرمندۂ احسانم کرد	دیدہ از بس گہر اشک بدامانم کرد
نفتۂ دود دلِ خویشش بہ بلبل گفتم	آں تنک حوصلہ رسوائے گلستانم کرد

(شعرائے پنجاب صفحہ ۱۷۱)

نیز داخل ساختہ اگرچہ مردِ کم علم بود اما ذکاوت و روانی طبعش از کلامش پیدا ست در زبانِ ریختہ علم یکتائی برافراشتہ و ہمیشہ با امرا صحبت داشتہ قصائد و غزلے در جوابِ بعضے قصائدِ عرفی تصنیف نمودہ و ماسوائے این در گفتنِ ہجوہا قدرت شاعری خود را نمودہ غرضیکہ ہمہ باتفاق بسببِ شہرتِ بسیار و خوبیٔ کلام استادِ مسلم الثبوتش میدانند والحق کہ چنیں نامش در ہندوستان در زبان بازاریان و غزلیاتِ دیوانش بہر اطراف و جوانب و ہر جاہل و امی را برزبان با ایں ہمہ شہرت کہ در ریختہ نصیبش بود آخر آخر عنانِ شعرِ فارسی ہم سر بیدرد را بدرد آورد، اگرچہ ایں حرکت مناسبِ شانش نبود - غزلہائے فارسی خود نیز کہ در لکھنؤ گفتہ داخل دیوان ریختہ بقیدِ ردیف ساختہ و ایں ایجاد اوست - فقیر چند شعر برائے یادگار بطریقِ ندرت از وی نویسد۔[۱]

سوز - میر سوز، شاعر ریختہ گو است۔[۲]

ساکنؔ - عنایت[۳] اللہ بیگ ساکنؔ مولد و موطنش شاہجہان آباد بود در ایامے کہ بہ پورب رسیدہ شعر را بخدمتِ شیخ عبدالرضائے متین گذرانیدہ بعد رحلتِ شیخِ مذبور بسبب رسوخے کہ از شاہجہان آباد بہ مرزا محمد فاخر مکین داشت اعتقادِ شاگردیش جز حد

---

[۱] در سرکار شجاع الدولہ صوبہ اودہ می گذرانید و ہجو بسیار می گفت طبع رسا داشت در ۱۱۹۵ھ بکنج عدم خزید۔

لبستانم از کہ زیں دو عدو خونبہائے دل — دل جرم چشم گوید و چشم گناہ دل
یکشب اگر بہ بزمِ خودم جا دہی چو شمع — روشن شود بجان تو روز سیاہ دل

(شمع انجمن صفحہ ۲۱۴)

[۲] در تیراندازی یکتا و در خط شفیعا بے ہمتا بود۔

اے آں کہ بعشقِ مصطفائی مدہوش — در ماتم آل او، بجاں دادن کوش
شاہِ شہدا شود شفیع تو بحشر — بر سینہ جگر چہ می زنی، دست بجوش

(روز روشن صفحہ ۳۰۵)

[۳] ن مرزا عنایت اللہ بیگ

قبول داشت چوں سیر و سفر کردہ بشاہجہاں آباد باز آمد بندہ اورا بلباس گیردی فقیرانہ در مشاعرہ دیدم و یکبار پیش او بر بھوجلا پہاڑی در خانۂ حکیم نورالدین رفتہ صحبتِ شعر داشتم و محظوظ شدم دیوانے باخود داشت شنیدہ شد کہ در ہما بجا بذرؔی رفت مشارٌالیہ از وقوع ایں ماجرا دل آزردہ شد باز بطرفِ پورب روجعۂ التھقری کردہ بعظیم آباد رفت۔ آنچہ از اشعارش یاد ماندہ ایں است۔

سرور۔ صفاہانی اشمس بسمع نہ رسیدہ ایں چند شعر از دست۔

سلہ درسنہ یک ہزار و یک صد و شصت بہ لکھنؤ نقل کردہ ملازمت وزیرالمالک نواب شجاع الدولہ بہادر اختیار کرد بعد زمانے در بنارس رسید انجا دست۔ بیعت شاہ نظر علی صاحب داد سو

بسانِ شمع ہر شب گریہ در آستیں دارم　　زدستِ خویشتن بر روزگار خویشتن گریم

نزارم ہیچکس ساکن بقولِ حضرت جامی　　ہماں بہتر کہ خود بر حالِ زارِ خویشتن گریم

دستِ نوازشے بسرِ ماکی نہند　　ہر چند ما بپائے بتاں سر نگندہ ایم

(صبح گلشن صفحہ ۱۹۲)

سلہ اندطن بدہلی رسید وہمیں جا توطن گزید سو

توکہ ہردم از تغافل فلکنے بخاک راہم　　چہ شود اگر نوازی بنگاہ گاہ گاہم

اگرم کشی بجائے نزنم زور گہ تو　　کہ بغیر آستانت نبود گریز گاہم...

(روز روشن صفحہ ۲۹۰)

حرف الشین

شعلہ۔ صفاہانی میر سید محمد نام دارد۔ از جمیع فنون و فضائل بہرۂ وافی داشت گویند در شعر گفتن چناں عالی فکر افتادہ بود کہ اکثر اوقات بر خمسۂ نظامی علیہ الرحمۃ دست انداز شدہ خود را بر خود می پیچید۔ افسوس کہ عمرش وفا نہ کرد و بہ ہیژدہ سالگی درگذشت[۱]

شہید۔ مرتضیٰ قلی بیگ شہید تخلص، اصلش خراسان است مولدش فیض آباد مرد عمدہ بودہ است[۲]۔[۳]

شرر۔ کہ ابراہیم بیگ نام دارد از بزرگان دار المرز مولدش لکھنؤ است پدرش عابد علی خاں فخر مرد ولایت زاد عمدہ روزگار بود۔ مشار الیہ بمقتضائے موزونی طبع گاہ گاہے فکر سخن می کند ز بالش شستہ و رفتہ است، دعوائے شاعری چنداں ندارد۔ مرد سپاہی است فقیر او را در لکھنؤ دیدہ[۴]

---

[۱] طبیب ماہر اور شاعر ساحر بود در ۱۱۵۰ھ فوت شد۔

ناہد دہدم توبہ کہ مستی نکنم | با دختر رز دراز دستی نکنم ....
حقا کہ بزیر تیغ گر بنشینم | چوں چشم تو ترک مے پرستی نکنم

(شمع انجمن صفحہ ۲۳۸)

[۲] ن مرد عمدہ نژاد بودہ است

[۳] نامش میر تقی علی بیگ بود سہ

من نہ از خود ہمرہ جاناں بمنزل میروم | ہمرہش دل میرود من ہمرہ دل میروم

(روز روشن صفحہ ۳۶۸)

[۴] قاجار است۔ بوضع سپاہیانہ زندگانی می نمود ہمعصر مرزا قتیل بود در شان حبشی خوش لباس گوید سہ

ماہ نقائے بلباس سیاہ .... | دیدم و گفتم کہ بلا اشتباہ
این رُخ و این رخت بود فی المثل | مردمک دیدہ و نور نگاہ

(روز روشن صفحہ ۳۴۱)

شہاب - مرزا عمران بیگ شہاب تخلص، مردم مازندران است اصفہان را نیز دیده در وقتِ نواب ذوالفقار الدولہ بہادر مرحوم با نواب عبدالمطلب خاں داروغہ داغ تصحیح می بود - ورق چند بطورِ شاہنامہ در احوالِ حضرت ظل سبحانی شاہ عالم بادشاہ غازی سیاہ ساختہ در بیانِ شجاعت نوابِ مذکور سعیٔ بسیار دارد - روزے در یک جنگ نواب مرحوم خواست کہ اسپ بر سپاہ دشمن بتازد یاران مانع آمدند و دریں مقام از زبان ذوالفقار الدولہ گوید از دست - بیت

وہم در جائے دیگر در حق دے گفتہ سو

نیم چوں شما آرزو مند بزم　　من و اسپ و شمشیر و میدان رزم

ز ایراں زمیں بود شہزادۂ　　بشہزادگاں طرفہ آزادۂ

غرضکہ اشعارش از قبیلِ قصیدہ و رباعی و غزل نزدِ فقیر نرسیدہ اگرچہ بر گفتن ہمہ آنہا قدرت داشت اما ہرچہ ازیں قبیل گفتہ شہرت نہ کردہ - در پرگنۂ فرخ کہ دروازہ کردہے از اکبر آباد رو بہ دہلی واقع است از دستِ قطاع الطریق شربتِ شہادت چشیدہ و ایں واقعہ ہشت سال بیش ازیں بوقوع آمدہ مدتِ عمرش بقدرے از چہل متجاوز بود

شاعر - میر سید محمد شاعر تخلص خلفِ میر عبدالجلیل بلگرامی در علم و فضل با پدرِ بزرگوارِ خود دوش بدوش و در فقر و سلوک و آداب و فضیلت ہمہ مغز و تمام ہوش دیوان و مثنوی وغیرہ انچہ شاعر را باید ہمہ دارد - سلہ

سلہ در سن احدے و مایتہ والف (۱۱۰۱ھ) قدم بہ منصۂ شہود نہادہ و بعد حصول رشد و تمیز کتب درسی بخدمت میر طفیل محمد بلگرامی گذرانید - در اواخر دولت محمد فرخ سیر (　　) کہ پدرِ بزرگوارش از خدمت وقائع نگاری بھکر و سیوستان مستعفی گشتہ سند خدمت مسطورہ از سرکار شاہی بوے دہانیدہ آخر الامر اوسط مایتہ ثانی عشر - رہگرائے عالم بقا گردید سو

اگرچہ از مہ نو چرخ ناخنے دارد　　ولے گرہ نتواند کشود کار مرا

چشم دل چوں نیست بینا دیدۂ ظاہر چہ سود　　ہمچو نرگس در میان باغ بیدارم بحث

تذکرہ الافکار صفحہ ۲۴۷

حرف الصّاد

صفائیؔ - مرزا صفی الدین محمد صفائی تخلص از اکابرِ ساداتِ حسینی خلف الصدقِ مرزا اشرف علی[1] خاں وفا - قمی است مرزائی مذبور در سنہ یکہزار وصد و پنجاہ و نہ در دار المومنین قم قدم بعالمِ وجود گذاشتہ و صرف و نحو در سالۂ معرفتِ اصطرلاب وطریقِ استخراج در ہمہ بلدہ یاد گرفتہ - بعدازاں دار السلطنتِ صفاہان رسیدہ در مدرسۂ سلطانی چار باغ پیشِ قدوۃ الفضلا مرزا ابوالقاسم صفاہانی کہ از اجلۂ علمائے ایران است کتبِ منطق و حکمت و ریاضی و پارۂ از علومِ عقاید تحصیل کردہ و بسببِ ذکاوتِ طبع از معاصرین گوے سبقت ربودہ و ہم در نوشتنِ خطِ شفیعا شہرتِ تمام پیدا کردہ و شانِ خط درویش مجید را کہ بعد شفیعا موجدِ طورِ خود است از خطاطِ مذبور بخوب ترین وجہ سرانجام رسانیدہ - شعر را بخوبی و صفائی تمام بے شائبۂ تکلف شستہ و صاف مثلِ گوہرِ آبدار بسلکِ نظم کشیدہ - از انجا کہ مردِ سیاح است اکثر بلادِ ایران را سیر کردہ در سنہ یکہزار و یکصد و نود از راہ دریا وارد ہندوستان شدہ ملازمتِ نواب وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر دریافتہ و بجلائلِ توجہاتِ ایشاں سرافراز گردیدہ بنتِ نواب افتخار الدولہ مرزا علی خاں دلاور جنگ کہ خالِ بزرگِ نواب موصوف بود بحبالۂ نکاحش درآمدہ در لکھنؤ بعزت و حرمتِ تمام بسر می برد [2]

---

[1] سلوق شرف الدین علی خاں

[2] دیوانے ضخیم محتوی انواع نظم گذاشت سو

ہر سو زدہ صف، لشکرِ غم، بر رزمِ امروز	تا بازچہ آید ز قضا بر سرمِ امروز
شورے بسرِ آگہیم نیست کہ ساقی	ایں مے ز کجا ریختہ در ساغرم امروز
بنیقاندہ تا چند انی مشکوہ صفائی	گوشے چو ندارد بسخن دبرم امروز

(صبح گلشن صفحہ ۲۵۴)

صہبا۔ کہ مولد و موطنش دارالسلطنت صفاہان است شاعرِ عدیم العدیل و جامع اکثر علوم و فنون شنیدہ شد، بر استادی او از شعرائے صفاہان از دشمن و دوست ہم اتفاق دارند و جمعے کثیر از صحبت او بفیض می رسند یلہ

صباحی ؎۔ حاجی سلیمان نام دارد.... از محالات کاشان حاجی مذبور شاگرد حاجی لطف علی بیگ آذر است

صبوح ۔ اصفہانی مرزا محمد علی نام دارد ؎

صارم ۔ تخلص نواب صمصام الملک کہ نام اصلیٔ او میر عبدالحی خان است خلف نواب صمصام الدولہ شہید جوانے اورنگ آبادیست ۔اول بخطاب پدرِ مرحومِ خود

یلہ آقا محمد تقی صہبا۔

ؔلہ جد بزرگوارش از ولایت دماوند در قم قیام ورزیدہ صہبا ہمانجا جرعہ ہستی چشیدہ و مروج نشۂ رشد و تمیز تا سی سال در اینجا بسر خوشی بسر برد و بعدازاں در اصفہان بزم اقامت آراست در اوسط مائتہ ثانی عشر ساغر ممات کشید سو

شادم باسیری کہ بجز کنج قفس نیست جائے کہ تواں برد سرے زیر پر آنجا
یار آمد و بہم پشکایت کشود و رفت این آتش نہفتہ برآورد دود و رفت

(نتائج الافکار صلاا۲)

ؔلہ ن صباحی بند کلی نام دارد بندکلی دہیے است از

ؔلہ از اقران لطف علی آذر بود و در موسیقی و ساز نوازی و سخن سرائی مہارتے داشت سلہ

بے خط، رخ یار خوش نباشد بے سبزہ بہار خوش نباشد
بایں امید کہ افتد بروئے یار نگاہم نشستہ ام برہ انتظار و چشم براہم

(روز روشن صفحہ ۳۸۵)

صمصام الدولہ مخاطب گردید بود حالا از سرکارِ نواب آصف جاہ ثانی بخطاب دیگر
علوم سرآمد است۔ سرے بگفتن شعر ہم دارد سلہ

صمصام الدولہ عرف خان دوراں بہادر کہ نام اصلیٔ او خواجہ عاصم بود وطنش
اکبرآباد است۔ صاحب "خزانہ عامرہ" می نویسد کہ در عہد محمد فرخ سیر وقتیکہ امیرالامرا
سید حسین علی خان بہادر از حضورِ خلافت رخصتِ دکن یافت نیابت امیرالامرا، بہ صمصام
الدولہ تفویض نمود بعد شہادت سید حسین علی خاں در عہدِ فردوس آرامگاہ امیرالامرا
بہ استقلال برد سلہ

صیاد۔ صفاہانی تازہ از صفاہان بہ ہند آمدہ پدرش مرزا یعقوب مشہدی

سلہ اصلش از خواف است در بدایتِ حال وقار تخلص میکرد پستر قطع نظر ازاں کردہ
صارم اختیار نمود در آخر مائۃ ثانی عشر کارش بصمصام اجل انجامید سہ

صد شکر جز تو نیست کسے ہمنشین دل ما کندہ ایم نام ترا در نگین دل
بر خاطر تو رازِ دو عالم شود عیاں پیش نگاہ تست اگر دوربین دل

(نتائج الافکار صفحہ ۲۶۶)

سلہ ن۔ استقلال برقرار گرفت انتہیٰ کلامہ غرض کہ شخص جامع خوبیہا و محسود اقران بود در سنہ
یک ہزار و یک صد و پنجاہ و یک ہجری حسب الامر جہاں مطاع بمقابلۂ نادر شاہ رفتہ دادِ شجاعت و دلیری
داد آخر شربت شہادت چشید با علما و فضلا و شعراء رعایت ہا می کرد صاحب طبع مرزا مزاج بود از ہمیں یک شعر او

سحر خورشید لرزاں بر سرِ کوئے تو می آید دل آئینہ زانازم کہ بر روئے تو می آید

صفائی طبعش جلوہ ظہور می دہد والحق کہ شعر خوبی از مشرق حالش چوں آفتاب عالم تاب سر زدہ و چوں
مطلع آفتاب از کمال ضیاء شہرت تمام عالم را در گرفتہ کسانے کہ مناسبت بایں فن گرامی دارند ایں شعر
نقش خاطر آنہا است، اگرچہ فقیر شعرے کہ از تخلص قابل او اطلاع وہدیافتہ اما چوں ایں شعر
بلند بود نام را بجائے تخلص قیاس کردہ تحریر می آرد۔ چراکہ در خزانہ عامرہ چوں گلے در زدوم
بود دریں چمن زار دلفریب جائے او خالی۔

لشکر نویس نادرشاه بود ۔ مردِ سپاہی است گاہ گاہے بمقتضائے موزونیٔ طبع خیالِ شعر می کند۔ ؎۱

صدر ۔ میر صدر الدین محمد صدر تخلص مولد و موطنش اصفہان است و قومش انصاری است بزرگانش پیوستہ مقربِ سلاطین بودہ اند و خودش ہم عمدہ معاش و ندیم وزرا و سلاطین بودہ ۔ مدتے در جون پور بود از چندگاہ بہ لکھنؤ رسیدہ رفاقت جان سن فرنگی اختیار نمودہ مردِ کم گو بود خلیق و بذلہ سنج و لطیف مزاج و خوش اختلاط است ۔ خطِ شفیعا را بسیار خوب می نویسد گاہ گاہے بعد سالے و ماہے بمقتضائے موزونیٔ طبع خیالِ شعر ہم می کند ؎۲

؎۱ فرزند مرزا یعقوب مشہدی بخشی نادر شاہ بود و صیاد از وطن بہ دہلی رسیدہ سرمایۂ عزتے بہم رسانید ۔

دودے کہ سر کشید افلاک آہ ہست ❊ ایں بیرقِ سیاہ ، نشانِ سیاہ ماست

بر طائرانِ گلشنِ وصل اے صبا بگو ❊ صیادِ عدن گرفتہ ، گرفتارِ دام شد

(روزِ روشن صفحہ ۴۰۰)

؎۲ مرزا صدر الدین صدر ۔ امیر تیمور جدِ اعلیٰ مرزا را از گرجستان بہ اصفہان آورد ۔ در منازعتے والد ماجد مرزا کہ از اولادِ میرزا سلیمان بود و جدِ مادری میرزا ہر دو را شہید ساختند مرزا در عنفوانِ شباب براہ کابل و کشمیر ندد و دیرِ ذو الفقار الدولہ میرزا نجف خاں بہادر بصحبتہ شاہ جہاں آباد رسید و از تحائفِ منہبِ ناگہان و ارکانش برا رنگ دید ناچار در سنہ ثمانین و مایتہ الف رخت بشہر لکھنؤ کشیدہ و بقیہ عمر ہمانجا گزرانید ۔

بے روئے تو زندگی حرام است ❊ جز فکرِ تو ہر خیال خام است

آں کس کہ بریدہ از تو دل کیست ❊ وانکس کہ نداد جاں کدام است

عمرے رہِ عشق طے نمودم ❊ چوں نگرم نخست گام است

(صبح گلشن صفحہ ۲۵۱)

صالح - بلگرامی کہ شیخ نظام الدین احمد نام دارد - بارے فقیر اورا در لکھنؤ دیدہ بود بعد چندے بہ کلکتہ رفتہ مسموم شدہ رخت حیات در نوشت

حرف الضاد

ضیا - پیر مردے بود ہمراہ قاسم علی خاں ناظم بنگالہ بسری برد ؎۱

ضمیر - نواب ہدایت علی خاں ضمیر عرف اسد الدولہ از عاظم سادات سہان پور و صوبہ دار عظیم آباد بود - آخرہا بمنصب بخشی گری حضرت ظل سبحانی شاہ عالم سرافرازی یافت - از چندے رخت حیات در نوشتہ قبرش در حسین گڈھ متصل عظیم آباد است ؎۲

؎۱ از قبیلہ قضاۃ عثمانی بودہ - در ۱۱۳۹ھ تولد یافت و با شیخ علی حزیں والہ داغستانی ہم طرح بود و رادارۂ فرماں فرمائے ہند برخدمت عرض بیگی فائز بود آخر الامر در ۱۲۰۵ھ در گزشت -

آہ ازاں مرغ گرفتار کہ در کنج قفس | عمر بگذشت و ندانست کہ گلزارے ہست
از ہجوم داغ ناپیداست دل در سینہ ام | در سواد خوشبین ایں شہر پنہاں گشتہ است

(فارسی بلگرام صفحہ ۲۹)

؎۲ مرشد آبادی ؎۳

ز انعام تو یارب غیر ازیں نعمت نمی خواہم | کہ ساقی باشد و من باشم و باشد لب جوئے

(روز روشن صفحہ ۴۰۴)

؎۳ سید طباطبائی والد میر غلام حسین خاں مولف سیر المتاخرین است والدش سید شاہ علیم اللہ نام داشت و در ۱۱۵۵ھ بمقام عظیم آباد رہگرائے عالم بقا شد

دل جفائے کہ ازاں زلف گرہگیر کشید | نتواں گفت کہ دیوان بزنجیر کشید
دل شبیہ نگہش از عدم آید بوجود | چوں شکارے کہ مصور بہ سر تیر کشید

(روز روشن صفحہ ۴۰۲)

حرف الطا

طوفان - کہ اسمش بسمع نہ رسیدہ مولد و موطنش مازندران است فصاحت و بلاغتِ شاعری را زیادہ برعلوم دیگر داشت در عین جوانی از موطن برآمدہ قدم در دارالسلطنت صفاہان گذاشت و با میرزا جعفر راہب و آقا محمد عاشق و میر مشتاق غزلہا طرح نمود و پیوستہ موردِ تحسین این ہا بود طنطنۂ شریں کلامش در بلادِ ایران گوشں زد صغیر و کبیر گردید در وقتِ کریم خان زند برفاقتِ شاہزادہ والاتبار ابوالفتح خان حشمت مدتے در شیراز بود آخر ہا دل از دنیا و ما فیہا کشیدہ روانۂ نجفِ اشرف گردید۔ بقولے دراں بلدۂ طیبہ و بقولے در مازندراں ودیعت حیات سپرد و مذہبش اثنا عشری بود[1]

طبیب - صفاہانی کہ مرزا عبدالباقی نام دارد[2]

---

[1] میرزا طیب اصلش از ہزار جریب من اعمال مازندان است جوانے با وقار و شاعرے خوش گفتار بود۔

شد از نالیدنِ دل غمزہ اش غارتگر جانہا کہ از بانگ جرس رہزن بفکر کارواں رفتہ

عقدۂ مشکل من نیست بغیر از دل من تا دلم خوں نشود حل نشود مشکل من

(شمع انجمن صفحہ ۲۷۷)

[2] ولد حکیم میرزا عبدالرحیم است۔ میلادش سنہ سبعین و مایتہ و الف (۱۱۷۰) است۔ از اطباء معزز نادرشاہ و برکابش در سفر ہندوستان بود و بعد فوت نادر شاہ سفاقت کریم خان زند اختیار نمود۔

جدا از روئے تو چشم اچو خوں فشاں گردد ز خونِ دل مژہ ام شاخ ارغواں گردد

گرفتہ دل نعش الفتے و مے ترسم خدا نکردہ بمن بار گردد

(روز روشن صفحہ ۴۱۱)

حرف الظا

ظفر - لالہ ٹیکارام ظفر تخلص برادرِ راجہ دیارام از خطۂ کشمیر عمدہ خاندان و بے نظیر است - فقیر اورا در لکھنؤ دیدہ[1]

---

[1] برادر زادۂ پنڈت دیارام کشمیری است سو

قلم سنبل شود گر حرف گیسوے تو بنویسم   خلم صورت کند پیدا گر روئے تو بنویسم

(روزِ روشن صفحہ ۴۱۸)

حرف العین

عشق۔ مرزا زین الدین عشقؔ خودش در جام متولد شده و بہ ہفت سالگی بہ ہند رسیدہ تربیت پیشِ شاہ محمد پناہ قابلؔ یافتہ۔ مردِ بزرگ و جہاں دیدہ شاعرِ پُرگوشت۔ ۱؎

عالی۔ مرزا ابوالمعالی عالیؔ از نجبائے نیشاپور و اولادِ شیخ فریدالدین عطّار مرد صوفی و صاحبِ کمالات است او نیز در فنِ الہٰی و طبعی و ریاضی علم یکتائی می افرازد و بمقتضائے موزونیٔ طبع گاہ گاہے بعد سالے و ماہے خیالِ شعر می کند۔

۱؎ اصلش از جام است در عمر ہفت سالگی وارد گشتہ از خدمت شاہ محمد پناہ قابل تربیت یافت اوائل مائتہ ثالث عشر بابدامن عدم کشید ایں بیت از وست ؎

دی میگذشت یار و رقیب از عقب رسید گفتم کہ عمر میرود و مرگ در قضا است

(نتائج الافکار صفحہ ۱۱ ۳)

عزت۔ شیخ فقیہ الدین عزت از شرفاے پرگنۂ امیٹھی گویند مردِ فہمیدہ و پا بہ دامن کشیدہ بود چند سال است ورقِ حیات را در نوشتہ غزلے ازو بر زبان مترنماں جاری است سلو۔

عاشق۔ آقا محمد عاشق صفاہانی کہ مولد و موطنش صفاہان است۔ شاعرِ شرین زبان بلکہ بلبل ہزار داستان گذشتہ و شرین کارنش ازیں معلوم می شود کہ غزلے در عشقِ معشوق گفتہ و بہ یاران دیگر نیز اشارہ کردہ چنانچہ بہ اتفاق غزل اور آبر کلامِ خود ترجیح داد و تندوالحق کہ غزل خوبے از خامۂ جادو نگارش بر صفحۂ خیال ترا دیدہ کہ ناخن بدل نزدیک و ددزہ زدہ طلو

طلو صاحب فقر و قناعت بودہ و مقیم بساط از زوا اوسط مایۃ ثانی عشر بدارِ جاودانی شتافت سو

گوشِ صیادِ ستم پیشۂ بیگانۂ ما　　آشنا نیست ز فریاد طربیانۂ ما

فرصتے کو کہ کنم فکرِ پرستاریٔ دل　　آخر عمر سند اوّل بیماریٔ دل

(نتائجُ الافکار صفحہ ۳۰۶)

سلو اواخر مایۃ ثانی عشر دارِ فانی را گذاشت سو

نکہتِ روضۂ رضوان ز پیامِ تو یکیست　　دم جاں بخش مسیحا و کلامِ تو یکیست

روز نوروز شود چوں تو برآئی بر بام　　مطلعِ صبحِ بہار و لبِ بامِ تو یکیست

کے بدستِ تو برد جان بسلامت عزت　　دست بردن بسرِ تیغ و سلامِ تو یکیست

(نتائجُ الافکار صفحہ ۳۱۰)

حرف الفاء

فیقر - میر شمس الدین فیقرؔ عباسی مردِ بزرگ و صاحب کمال بود سلو

فیقر - میر نوازش علی فیقرؔ خلف الصدقِ میر عظمت اللہ بیخبر بلگرامی از دولت فقر توانگر بود و در یک ہزار و یک صد و شصت و ہفت در بلگرام رحلتِ اوست سلو

فدائیؔ - مشہدی کہ مرزا بوعلی نام دارد از نجبائے ایران است بتقریبِ تجارت اسلحہ در ہند آمدہ بود روزے ہمراہِ مرزا محمد حسن قتیلؔ اتفاق زیارتش در چاندنی چوک

سلون - بجمیع فضائل و کمالات سہیم و عدیل نداشت محاوراتِ فارسی را در صحبتِ اہل زبانان تلمذ شدہ دیگر کتب عربیہ و فقہ امامیہ از خدمتِ علمائے عصر استفادہ نمودہ - کلامش از نظرِ فقیر گذشتہ مبرا از خطاست الحق کہ دریں دورِ آخر کسے ز ہندوستانیان تحصیل و تتبع درست کم بنظر در آمدہ - مذہب آبائش سنت و الجماعت است و در بست و پنج سالگی کہ واردِ دکن شد در صحبتِ یکی از علماء حیدر آباد طریق اثناعشری اختیار نمودہ - و ازیں سبب تا زندہ بود با شاہ ولی اللہ محدث باوجود قرابتِ قریبہ ملاقات نداشت - آخر آخر شوقِ زیارت عتباتِ عالیات دامن دلش کشیدہ پا در بیابانِ ذوق و سر در گذاشتہ بود - بعد چندے از زبانِ بعض آشنایان کہ ازاں جوانب بشاہ جہان آباد رسیدند چناں معلوم شد کہ وقتِ مراجعت در اثنائے راہ در کشتی نشستہ بایں صوب می آمد کشتی در شطِ بغداد در آب فرو نشست میر مذکور با جمِ غفیر غریقِ رحمتِ الٰہی گردید از تصانیفِ او مثنوی شمس الضحٰی در اظہارِ کرامات ائمہ معصومین علیہم السلام و درِ مکنون در بیانِ تولدِ صاحب الامر سلام اللہ علیہ و مثنوی والہ و سلطان در عشقِ علی قلی خاں والہ با دخترِ عم خودش خدیجہ سلطان کہ حسب الارشادِ خانِ مذکور بسلکِ نظم در آوردہ و مثنوی پرس رام و دلارام و دیوانِ غزل و رسالۂ عروض و قوافی دیدہ شد -

نظم خاک گردیدیم و از ما آہ سردے برنخاست خانۂ ہستی زپا افتاد گردے برنخاست

در حضورِ شمعِ جاں بے حرفہ می سازد فنا از نژادِ عشق چوں پروانہ مردے برنخاست

(مآثر الکلام خزینۂ دوم صفحہ ۳۴۲)

افتادہ اکثر شعر بزرگانہ از عالم تصوف خواند۔ اما میل طبعش بطرفِ نعت و منقبت بیشتر معلوم می شود۔ گویند کہ چوں از دہلی مراجعت بوطن مالوف کرد در مشہدِ مقدس رسیدہ از اسپ افتادہ ودیعت حیات سپرد ؎

فغاں - اشرف علی فغاں برادرِ رضاعیٔ احمد شاہ بادشاہ در ابتدائے عمر موزونی طبع بہ تتبع میرزا رفیع در شاہجہاں آباد بہ ریختہ گوئی برآوردہ و آخر ہا بہ عظیم آباد بہ خوش معاشی می گذارند تا آنکہ ہمانجا قضا کرد گاہ گاہے شعر فارسی ہم می گفت ؎

دامن مکش از سرِ مزارم　　　ما خاکِ کسے غبار دارد

آنانکہ رسمِ ساز و نیاز آفریدہ اند　　　محمود را برائے ایاز آفریدہ اند!

نالاں مشو ز سوزشِ داغ جگر فغاں　　　دل را برائے سوز و گداز آفریدہ اند

فتوت - محبوب حسین خاں فتوت اصلش از کشمیر است از مدتِ مدید در شاہجہاں آباد قیام دارد استادِ بے نظیر و ہمطرحِ شیخ مرحوم بودہ قصیدہ و غزل و رباعی و مستزاد وغیرہ اینچہ لازمۂ شاعرانِ سرمایہ دار است ہمہ دارد۔ در اُستادیش ہیچ شکے نیست اما حرف بر طرزِ تلاش کشمیریان است گویا ہر کہ از کشمیر باشد زبانِ قدما و درد آمیز را دوست نہ دارد و بگفتن آں قادر نمی تواند شد خیر چند شعر کہ پسندِ خاطر فقیر افتادہ بعینہٖ ثبت میکند ؎

؎ اے خوش آنروز کہ ایں دہر خطرناک بنود　　　زاریٔ ما و دل آزاریٔ افلاک نبود

گر فدائی بوجود از عدم آمد غرضش　　　بجز از بندگیٔ خواجۂ لولاک نبود

(روز روشن صفحہ ۵۱۴)

؎ در ۱۱۸۶ھ بمقام عظیم آباد وفات یافت

؎ فتوت حسین خاں - در عہد محمد شاہ بادشاہ در شاہ جہاں آباد توطن گزیدہ ؎

تو چوں جا در دل ویراں کنی ویراں نمی ماند　　　کہ در زنداں چو یوسف پابند زنداں نمی ماند

(روز روشن صفحہ ۵۰۶)

فرحت - مولوی میران فرحت مردم کشمیر است، از مدتِ دراز بہ شاہجہان آباد بسر می برد در فارسی و عربی علم استادی می افراز داکثر کشمیریان سال خورد کہ دریں شہر آمد اقرار بشاگردیش دارند و حالا ہم اطفال ایں قوم استفادۂ علم از و میکند۔ غرض کہ شخص مدرس است و در کتاب دانی و تحقیق لغت بے نظیر چنانچہ شرحِ گلستان بر شروحِ دیگر در کمال تحقیق و تدقیق بہتر از مؤلفانِ ماسبق تالیف نمودہ و درایامے کہ نامۂ شاہ ایران بزبان عربی بہ بادشاہ دیں پناہ رسیدہ اکثر صاحب کمالان پایۂ تخت جوابش را نگاشتہ از آنجملہ مشارٌالیہ ہم نامہ درکمالِ فصاحت و بلاغت نوشتہ بود برہمہ ترجیح داشت لہذاہماں نامہ را بہ ایلچیٔ بادشاہ ایران دادند و روانہ کردند۔ در نظم و نثر ہم مثل شاہ نامہ وغیرہ گاہ گاہے تلاش نمایاں می کند اما از بس کہ پیری او را دریافتہ است خیلے حواسش مختل می باشند و علاوۂ آں فکرِ قوتِ عیال و اطفال، عمرش قریب بصد خواہد بود[۱]

فروغ - مرزا محمد علی فروغ مولدش صفاہان است والدِ ماجدش مرزا محمد رضا از اکابر ساداتِ اصفہان و نبایر سلاطین صفویہ بود روز ہائے کہ تذکرۂ علی قلی خاں بہ اتمام رسیدہ مرزا از راہِ بصرہ بہ ہندوستان آمدہ مدتے در دارالخلافہ تشریف فرما بود، اشعارش پیش از رسیدنش بہ ہندوستان در ریاض الشعرا مندرج شدہ بود۔ چوں نسب مادرش بہ سلاطین صفویہ منتہی می شود و ہم مرزا مقیم صدر الصدور عم بزرگوار وے بودہ بہ شاہزادگی شہرت دارد۔ آثارِ بزرگی از ناصیۂ او پیداست۔ تعزّ درایامے کہ لشکرِ ظفر اثرِ نواب ذوالفقار الدولہ بہادر طاہر دہلی متصل شاہدرہ دائرہ دولت داشتہ است خبر مرزائے

---

[۱] اکتساب علوم معقول و منقول از قاضی محمد مبارک گوپاموی و ملا احمد اللہ سندیلی نمودہ و تا اندازِ صد سال زندگانی کردہ سو

اہل بنشش سیر با نارفتہ از جا میکنند	آمدورفتے نباشد مردمان چشم را
چشمکے یار دوہ بے سرو پا کرد مرا	طرفۃ العین ببینید چہا کرد مرا

(روز روشن صفحہ ۵۱۷)

مذکور شنیدہ برائے خود رفتہ بودم صحبتِ شعر بمیان آمدہ باوصفِ اینہمہ کمال مردِ بزرگ وبا اخلاق وخود بیں دیدمش ۔ عمرش از شصت متجاوز خواہد بود، چند سال است کہ در بنارس گزشتہ۔ ۷۵

فراقی ۔ کنور پریم کشور فراقی تخلص بن کنور اننَد کشور بن راجہ جوگل کشور اصلش شاہجہان آباد است استفادۂ شعر از برکت اللہ خاں برکتؔ کہ ذکرِ ایشاں بر صدر گذشت کردہ ۷۶

فصیح ۔ پنڈت بدھا دھر فصیحؔ تخلص اہلِ خطہ جوان قابل وبا استعداد است در نثر نویسی دستے تمام دارد ۔ گاہے بمقتضائے موزونیٔ طبع فکرِ شعر فارسی کردہ و میکند وآں را از نظر مرزا محمد حسن قتیلؔ میگذراند۔ عمرش بست وسہ سال است ۔ اسمش حسب الاسمش دریک ہزار ودو صد ودوزادہ ہجری داخل تذکرہ کردہ شد ۷۷

---

۷۵ در سنہ اربعین ومایتہ والف متولد گردید وبعمرِ ہفتاد سال در بنارس فروغ چراغ حیاتش منطفی گردید سو

باده رنگیں مینماید روئے تابان ترا ۔۔۔ آبیاری میکند آتش گلستان ترا

چشمۂ آبِ بقا ہرچند جاں بخش است لیک ۔۔۔ کے برابر می شود با چاہِ زنخداں ترا

(روز روشن صفحہ ۵۲۱)

۷۶ مریضِ عشق ترا داروئے شفا چہ کند ۔۔۔ کسے کہ درد تو دارد دگر دوا چہ کند

(روز روشن صفحہ ۵۱۶)

۷۷ پنڈت بدھا دھر لکھنوی

نزدیک بمرگ است فصیحؔ از غم دوری ۔۔۔ آرید ببالین وے آں رشکِ پری را

(روز روشن صفحہ ۵۳۰)

حرف القاف

قتیل - مرزا محمد حسن قتیل اصل بزرگانش قوم کهتری بعنداری پٹالی بوده اند پدرش درگاهی مل نام داشت وخودش دراں زماں به دیوانی سنگھ موسوم بود- دراں ایامے که متعلقانش بحسب آبخور بفیض آباد رفته استقامت گرفتند بر دستِ مرزا محمد باقر شہید اصفہانی ہیژده ساله بود که بشرفِ اسلام پیوسته - دراں ایام هم بمقتضائے موزونی طبع که از طفلی داشت شعر درست ناشسته می گفت وهم درس کتاب از مرزا می گرفت - واز بسکه درعہدِ نواب وزیر مرحوم رواج ایرانیاں بیشتر بود مشارالیه هم دیده دیده ہمیں مذہب اختیار کرده استادش قتیل تخلص گذاشته یعنی استاد شہید شاگرد قتیل - وہم چنیں رفته رفته درسرکارِ نواب سعادت علی خاں و دیگر صاحبزاده ہائے بلند اقبال باریافته آخرکار ازاں نواحی آواره شده به شاه جہاں آباد رسیده - جوانِ بے سروپا خانه بدوش وخوش نشین است وباوصفِ ایں ہمه بے پروائی طبع حافظ خدا اور اکرامت کرده که ازیک مرد زبانش احوال تواریخ سلف چه ازامرا چه از فضلا به ساعتے میتواں دریافت نمود از عروضی وقوافی و عربیت وعلم حساب جداگانه دستے تمام دارد و بافقیر رابطهٔ دوستی از روزِ ملاقات الی الآن یوماً فیوماً دربرآمد- شعر عاشقانه رابسیار بصفا میگوید[۲] [۳]

---

[۱] ن درست داشته

[۲] سیر دہلی نموده و درکالپی آمده مصاحب عماد الملک گشت بعده در لکھنؤ آمد و تا آخر حیات ہمانجا به نہایت جمیعت خاطر بسر برده وفاتش در ۱۲۳۳ھ اتفاق افتاد مع

کسے عمودرا اسیر درد دوری تا کجا دارد	نہادم برگلو خنجر که ہمت کارہا دارد
یک وجب جائے بکوئے تو زخون پاک نبود	کشته برکشته طپاں بود دگر خاک نبود
کس ندیداست در آفاق زبیداد کسے	آں قدر جورکه من میکشم ازیاد کسے

(شمع انجمن صفحہ)

قائمؔ ۔ محمد قائم قائمؔ متوطنِ چاند پور شاعرِ ریختہ گو ست و بشاگردیٔ مرزا محمد رفیع شہرتِ تمام دارد عمرش از شصت متجاوز خواہد بود کم کم خیال شعر فارسی ہم کردہ میکند و چوں این تذکرہ را ما ہیت بیاض ہم ہست لہذا آنچہ از کلامش انتخاب افتاد حوالۂ کاغذ می نماید[۱]

قدرتؔ ۔ مشتاق رائے قدرتؔ منشی قائم علی خاں صوبہ دار بنگالہ بود گویند طبع رواں داشت صاحبِ تصانیف بسیار است ۔[۲]

قرینؔ ۔ نثار علی قرینؔ جوانِ صلاحیت شعار از سکنائے لکھنؤ است ۔ بفن عطاری و طبابت کہ پیشۂ بزرگان اوست بسر می برد نسبت تلمذ[۳] بدیگر شاگردانِ مرزا محمد فاخر مکینؔ می گویند[۴]

قاسمؔ ۔ کسے بود است مکتب نشیں بودہ ام یاد دارم کہ یک فردِ دیوانش شخصے آوردہ بدستِ استادِ من دادہ است ۔ شعر از دیا دارم ۔

شعر

در آرزوے روے تو عمریست چوں فلک
گردیدہ ام چنانکہ دیارے نہ ماندہ است

---

[۱] قائم در ۱۲۰۸ھ انتقال کرد بقید تیمریک عدد این قطعۂ تاریخ وفات جرأت نے کہی رو کے یہ تاریخ وفات ، یکتا ، کے ساتھ

قائم بیناد شعر ہندی نہ رہی ، کیا کہیے اب آہ
۱ + ۱۲۰۷ = ۱۲۰۸ھ

کلام سے

آناں کہ با حلاوتِ درد تو خو کنند — زخمے بدل زنند و نمک آرزو کنند
قائمؔ نماز عشق بتاں منصب تو نیست — اے بیخبر ز خون دل اینجا وضو کنند

کلیات قائم جلد اول صفحہ ۷۴ و جلد دوم صفحہ ۳۶۰

[۲] گر خدا رحم بر احوال گریباں می کرد — سینۂ دم و دل سخت نمی داد ترا

[۳] ن شعر زانست دیگر شاگرداں — (روز روشن صفحہ ۵۵۲)

[۴] بر من امروز اگر از دست تو ایذائے ہست — خاطرم جمع ازاں ست کہ فردائے ہست
تواں دل از طرب وعیش جاوداں برداشت — ولے دل از غم جاناں نمی تواں برداشت
(روز روشن صفحہ ۵۵۶)

حرف الکاف

کاشف - میر کاشف علی کاشف تخلص طالب علم مسلم الثبوت است - شعر را بسیار بخوبی میگوید - ۱؎

حرف الگاف

گرامی - صفاہانی مولدش صفاہان و اسمش ابوالقاسم بیگ است و بہ آغا بابا شہرت دارد - کوتوال اصفہان از صغر سن او را بہ فرزندی خود گرفتہ بود - تحصیل فارسی در اینجا نمودہ شعر گفتن آغاز نہاد و از چند مدت بہ ہندوستان آمد مرد عمدہ معاش و موقر است ۲؎

۱؎ از چودھریان قصبہ سانڈی پالی بود برائے کسب علوم عربی و فارسی مدتے در شاہجہان آباد قیام داشت - بعد چندی زمانے در فرخ آباد بسر نمود ہرگاہ کہ چشمانش از بصارت عاطل گشت در دلش عود ازدواج گزید و در سنہ خمسین و ماتین ثالث عشر (۱۲۵۰) رخت ازین جہان بیرون کشید ۱؎

عمر دراز تو نیست مارا برائے زندگانی   خود بیتو زندگانی ایوائے زندگانی
بشنوم در آورد درد جدائی   قوائے جان شوریدگان در کجائی
(روز روشن صفحہ ۵۶۶)

۲؎ از وطن بدہلی رسیدہ ہمانجا توطن اختیار نمود ۱؎

حیرت نہ بافسانہ و افسوں رود از دل   عشق تو محالست کہ بیروں رود از دل
(صبح گلشن صفحہ ۳۴۷)

حرف المیم

مشرب۔ بھوراسنگھ مشرب کہ مولد و موطنش مستقر الخلافہ اکبرآباد است اورا از شاگردانِ رشید عبدالرسول استغنا گفتہ اند۔ قومش راجپوت بودہ از مدتے جلاے وطن نمودہ در طرف پورب بسر می برد۔ در فرقہ سپاہ بتلاشِ معاش استغنائے داشت، چند سال است کہ رختِ ہستی از دوش انگندہ فارغبال گردید۔ ؎ ۱

مونس ۔ مرزا علی اکبر مونس تخلص جز اینکہ مردمِ صفاہان است و در لکھنؤ امام باڑہ تیار کردہ بود، دیگر احوالش معلوم نیست ؎ ۲

مایل - ہمدانی کہ حالا در ہمدان است از نام و نسبش ہیچ خبر ندارم یک شعرش از زبان مرزا اسمٰعیل بیگ برادرزادۂ افتخار الدولہ محمد بیگ خاں ہمدانی اشتہار

؎ ۱ از تلامذۂ محمد مقیم کشمیری در آخر صوبۂ اودہ توجہ نمود و بملازمت وزیر الممالک نواب شجاع الدولہ بہادر بمدارج عزت رسید ۔

من بر سیاہ کاریٔ خود تا نظر کنم | چون خامہ سر فرو برم و گریہ سر کنم
مشرب رسید موسم پیری خوش آن کہ من | شغل نظارہ ترک چو شمع سحر کنم

(صبح گلشن صفحہ ۴۱۲)

؎ ۲ ورودش از وطن بہ لکھنؤ در عین جوانی ست ۔

اے عزت بتخانہ و عز حرم از تو | در دہر سزاوار ستایش صنم از تو
در اشک جگرگون نہ اثر ماند نہ رنگے | اے آہ کجائی کہ از من کرم از تو

(صبح گلشن صفحہ ۴۷۶)

یافتہ۔ ۳۱؎

ملّا مجیدی۔ شوستری مولد و موطنش شوستر است دیگر احوالش غیر ازیں کہ در وقت وزارتِ صفدر جنگ بہادر بہ ہندوستان رسیدہ و در وقتِ شجاع الدولہ بوطنِ مولوفہ عود نمودہ معلوم فقیر نیست۔ ۳۲؎

مفتوں۔ شاگردِ علی محمد تجرّد جوان خوش سخن بود بقضائے الہیٰ جوانا مرگ شد و دو شعرش از زبانِ مرزا جام بیگ جامی بہ سمع رسیدہ ۳۳؎

محب۔ محمد قلی خاں محب ہمراہِ التفات علی خاں خواجہ سرائے نواب بیگم یعنی والدۂ شجاع الدولہ بہادر در فیض آباد بود، گویند از عروض و قوافی و دیگر صنائع شعر آگہی داشت ۳۴؎

معین الدین خاں۔ پسر قاضی فرید الدین خاں جوانِ صلاحیت شعار است۔

۳۱؎ نسخہ رام پور میں مرزا محیط کا ذکر مائل کے بعد ہے، جو نقل کیا جاتا ہے۔
مرزا محیط مردم ایرانیست احوالش معلوم نیست یک شعرہم از و بسمع رسیدہ اینست۔

بود وپنہاں بدل بادیہ داغے از من   تو کجا یافتی اے لالہ سراغے از من

یک شعر غیر ہمیں ست ۳۱؎

جز خون دل کہ ریخت جدائی بکار ما،   گر بیتو خوردہ ایم شرابے حرام ما

(صبح گلشن صفحہ ۳۰۶)

۳۲؎ صحیح تخلص مجید است مولدش موضع قول از توابع شوستر بود ۳۱؎

تا درد عشق لالہ رخاں در دل من است   خورشید خوشہ چین گلِ محفل من است

روید بجائے سبزہ ز خاکِ من آفتاب   از بسکہ تخم مہر در آب وگلِ من است

(صبح گلشن صفحہ ۴۰۸)

۳۳؎ ن - مرزا جان بیگ

۳۴؎ مرزا عبدالرحیم بیگ لاہوری در اواسط مایۃ ثالث عشر در معرکہ شرف شہادت حاصل نمود ۳۱؎

کمر بست خلقے بہ دعوائے خونم   بگوئیدش از خانہ بیروں نیاید

روا باشد اینہا کہ در بزمت امشب   رقیباں بیایند و مفتوں نیاید

(صبح گلشن صفحہ ۴۳۷)

۳۵؎ آمد از رہِ کرم یار بہ پرسش محب   شکر خدا کہ روز کار گریۂ صبح و شام او

صبح گلشن صفحہ ۳۰۹

طبع موزوں وارد۔ بزرگانش اہل خط بودہ اند وخودش در شاہجہان آباد نشو ونما یافتہ گاہ گاہے خیال شعر ہندی وفارسی میکند از یاران فقیر است چند شعرش برائے یادگار بقلم آمدہ [1]

موالی ۔ مرزا ابوالحسن موالی اصلش از مشہد و مولدش صفاہان بودہ پارہ[2] از علم عربی نیز بہرہ داشت وروانی طبعش بدرجہ بود کہ روزے در صفاہان در نوزدہ سالگی ہفتاد و دو قصیدہ در مدح شاہ طہماس از صبح تا شام دریک روز گفتہ۔ بست و یک سالہ در وقت نواب مومن خاں مرحوم بہ گجرات رسیدہ بعلوفۂ ہفت صد روپیہ در ملازمت وے بسر می برد۔ گویند کہ شوق شعر وکشتی گرفتن نیز بسیار داشتہ و ایں ہمہ قوت دردست و پابش بود کہ پائے اسپ ولایتی را اگر محکم می گرفت نمی گذاشت اگر ہزار بار سر خود بر سنگ میزند۔ نواب مومن خاں را پاس خاطر او بسیار منظور بود ہر وقت کہ طبعش راغب بشعر خواندن میدید تکلیف میکرد الا چوں نواب مرحوم بعالم بقا رحلت نمود مرزائے مذکور خود را بہ حیدرآباد رسانید نواب وزیر الممالک آصف جاہ بہادر او را بہ داروغگی دیوان خانۂ خود سرفراز فرمود۔ روزے بر سر تقصیرے بر روئے توپ استادہ کردہ ایما بہ آتش دادن کرد او دراں وقت نام مرتضی علیہ السلام بر زبان آورد توپ بعد آتش دادن برگشت و یازدہ کس را از کار برد و مرزا صحیح

---

[1] فقیہ بے نظیر و عالم با عمل بودہ وجادۂ شاعری را باسلوب شائستہ پیمودہ در سنہ ستہ وعشرین از مایتہ ثالث عشر (۱۲۲۶ھ) بروضۂ رضواں خوابید و در دہلی بجوار مزار خواجہ باقی باللہ مدفون گردید [3]

[3] نہ غبار خط ازاں عارض جاناں برخاست / بالۂ طرفہ بگرد مہ تاباں برخاست

پے تفریح او می نالم و بس / کہ او زیں آہ و نالہ شاد کام است

(صبح گلشن صفحہ ۴۲۵)

[2] پارۂ بفقہ واز علم عربی

و سالم برجائے خود استادہ بود۔ آصف جاہ از وقوع ایں ماجرا بہ پوزشِ تمام اورا نزد طلبیدہ ترغیب بمصاحبتِ خود کرد ہرگز قبول نکرد و ترکِ لباس دنیا داری کردہ بہ دارالخلافہ دہلی رسیدہ در باغ محمد یار خاں فروکش گردید چوں علی قلی خاں والہ در ابتدا از یاران او بود دوستیٔ قدیم را مرعی داشتہ اکثر پیش او میرفت مدتے درہماں باغ کتبِ تصوف مطالعہ نمود۔ باشتیاقِ بیعت برائے دیدن قبلۂ ابرار خلیفہ ابراہیم قدس سرہ روانہ لکھنؤ شدہ چوں باحضرتِ خلیفہ ملاقات کرد باشارۂ آں عالی جناب درخانوادۂ قادریہ بردستِ شیخ عبدالرضائے متین خرقہ پوشید۔ عمرِ شریفش از ہفتاد متجاوز بود ہفتدہ سال است کہ بجوارِ رحمتِ ایزدی پیوستہ سلو

متین - شیخ عبدالرضائے متین اصلش از نجف اشرف بود و خودش در دارالسلطنت صفاہان تولد یافتہ و بیست سال عمر در انجا کردہ۔ فوائدِ علمی از صحبتِ بزرگان اندوختہ و در عہدِ شاہ عالم بہادر شاہ بہ ہند رسیدہ وہمیشہ در طلبِ سلوک و فقر کوشیدہ آخر بمطلبِ خود فائز شدہ یعنی بدستِ سید محمد عارف نعمت الٰہی کہ سلسلۂ ایشاں قادریہ است خرقہ پوشیدہ۔ چوں سلسلۂ نسبش بحضرتِ مالک اشتر منتہی میشود ازیں سبب شیخ گفتہ میشود۔ اکثر علوم را از جا بجا تحصیل نمودہ اما بیشتر مزاجش راغب بمطالعہ کتبِ تصوف بودہ۔ چوں از ابتداء وارستگیٔ مزاج و موزونیتِ جبلی داشت از صحبت سراپا برکت میرنجات صاحب گلشتی نکاتِ شاعری استفادہ میکرد ہرگاہ درعینِ جوانی در آوانِ دولتِ فردوس آرامگاہ رخت بہ دہلی کشید از صحبتِ اکابر ہندوستان ہم فواید کثیرہ اندوخت درمزاج دے شکستگی بسیار بود خود را از ہمہ فروتر میداشت میان او و حضرت خلیفہ ابراہیم قدس سرہٗ نوبت از دوستی درگذشتہ کار بہ برادری کشیدہ بالآخر در لکھنؤ رسیدہ متصلِ فرنگی محل منزل گاہے بدست آوردہ فروکش گردیدہ۔ وزیرالممالک نواب صفدر

سلو نسخہ از میخانۂ طبع متین تا بردہ ام   چوں نصیری مشق مولا شد متاعِ کار من

(صبح گلشن صفحہ ۴۶۴)

جنگ بہادر وہے چند برائے مددِ معاشِ وے مقرر فرمودہ ۔ چوں از دنیا و مافیہا بے نیاز بود خود را از فقر امیگرفت در خانوادۂ قادریہ پیش یکے از صلحائے رینیر پور دست بیعت دادہ چوں دراں وقت نواب شجاع الدولہ مرحوم راجہ بینی پرشاد بہادر کہ دور دور او بود جاگیرش را ضبط نمودہ بہ التماس نواب قاسم علی خاں عالیجاہ ناظم صوبۂ بنگالہ محل سفر بطرف عظیم آباد بست چوں دراں شہر رسید نواب مذکور او را بسیار کریمانہ پیش آمد۔ چندے گذشتہ بود کہ ہمدراں نزدیکی بسبب مرض صعب بجوارِ رحمتِ حق بپیوست، قبرش ہمانجاست و عمر شریفش از ہشتاد متجاوز بود ؎

مولائیؔ ۔ صفاہانی آقا عبدالمولیٰ نام دارد شعر ہائے آبدار از و بگوش رسیدہ در فصاحت و بلاغت بے نظیر معلوم میشود ؎

؎ درسنہ خمس و سبعین از مائتہ ثانی (۱۱۷۵ھ) بدار جاودانی نقل کرد در اکثر اشعار تتبع شیخ محمد علی حزیںؔ بود و شیخ تحسین کلامش می نمود در فن معما کمال مہارت داشت دیوانش قریب دوازدہ ہزار بیت است ؎

جز حدیث عشق حرفے نیست در دیوانِ ما　　سورۂ یوسف بود سر نامۂ قرآنِ ما
شاخ گل را میکند فوارۂ خون در چمن　　ابر اگر بردارد آب از دیدۂ گریانِ ما

(روز روشن صفحہ ۶۰)

؎ مولائی تخلص غلط نوشتہ صحیح مولیٰ است۔

با سادات سمنان از قرئ اصفہان قرابت و اکثر در انجا اقامت داشتہ بنابراں بعض تذکرہ نویسان او را سمنانی نگاشتہ ۔ با میر نجات و میرزا الزرتی وغیرہا باہم صحبت و سرمایہ علم عربی ہم داشت و خط شکستہ درست می نگاشت درسنہ ستین و مایۃ والف بجوار رحمت پیوست ؎

تنہا نہ گل دریں باغ بوئے وفا ندارد　　گلزار ہستی ما ، رنگ بقا ندارد
چشمے کہ خوں نگرید رویش نمی تواں دید　　چوں شیشہ گشت خالی در بزم جا ندارد

(صبح گلشن صفحہ ۴۷۳)

مسرور - یکی شاملو که ولی محمد نام دارد داروغهٔ دیوان خانه شاه طهماسپ[1]

مجید - که درویش عبدالمجید خطاط گفته میشود مولدش دارالسلطنت قزوین است در اصفهان نشو ونما یافته و خط شفیعاے را به آن پاکیزگی نوشته که همه خوش نویسان صفاهان پیش او پشت دست عجز برزمین گذاشته اند بلکه شانے دیگر از پیش خود دراں خط افزوده شکسته نام نهاده داد مقبول طبائع گشته - غرض که بعد شفیعا کسے که موجد این خط است اوست - آقا یادگار عطار شیرازی که حاجت تخلص میکند این رباعی در تعریف خطش گفته **قطعه**

اے گشته میل به خوشنویسی زنخست　　　مفتاح خزانه سر خامهٔ تست
تا کرده خدا لوح و قلم را ایجاد　　　ننوشته کسے شکسته را چو تو درست[2]

---

[1] موسوم لطف علی بیگ آذر صاحب تذکرهٔ آتشکده ست بعهد نادر شاه او را بحکومت شهر لاهور نواختند بسے نپائیده که شبے اوباشان آنجا بر سرش ریختند چار و ناچار کسیل دار القرارش ساختند سو

گر بعد مردنم گذری بر مزار من　　　چون گرد باد گرد تو گردد غبار من
جستیم ترا در حرم و دیر نبودی　　　اے نور دل و دیدهٔ سرگردان کجائی

(صبح گلشن صفحہ ۴۰۳)

[2] در عهد محمد شاه پادشاه بهندوستان آمده ملازمت نواب ابوالمنصور خان صفدر جنگ اختیار نموده و بعد رحلت نواب بوطن خود عود کرده و در شهر اصفهان سنه خمس و ثمانین والف جام ناگوار مرگ پیموده سو

صد چاک در دل اے پسر دارم زجورت بیشتر　　　در دل مرا چاک دگر زان چاک پیراهن مزن
صیدت مجید اے بیوفا گر نافگندش از جفا　　　بر صید افتاده زپا تیغ اے شکار افگن مزن

(روز روشن صفحہ ۶۰۹)

مشتاق - میر مشتاق صفاہانی سید علی نام دارد از سادات کبارِ عباس آباد صفاہان بوده معلوم نیست که در شعر شاگردِ کیست مشہور چنین است که دواوینِ اساتذه دیده شعر خود را به بلند رتبگی رساند مزاجش از علائقِ دنیا آں قدر بیزار بود که در بعض ضروریاتِ بشری ہم احتیاج به کسے نمی برد - بعد سه ماه تا چار ماه خلق را س بتکلف دوستاں میکرد (دکتا) و با امراو شاہزاده ہا بجز مخش خطاب نمیفرمود - روزے شیخ محمد علی حزیں او را تکلیف سفر ہندوستان کرد جواب داد که در حمام ہمراهِ من بیا تا دراں آبش را باندازیم و آتش در گلخن روشن باشد و باد زنے در دست بگیریم ہمیں آب و ہوائے ہند است اگر شوقِ سیر ہند داشته باشی من نشان میدہم - سوائے شعر در محاوره و زبان نیز افصح و ابلغ بود، اکثر می گفت که زبان من سندی است - چراکه شعر من پایۂ تخت ایران است عمرِ شریفش بتحقیق نه پیوسته چند سال پیش از وفاتِ شیخ در گزشته ؎

منیر - مرزا باقر منیر قومش سید مولد و موطنش اصفہان است - ہما نجا قدرے فارسی خوانده خیالِ شعر میکرد و دراں روز ہا تخلص فدائی بود بعد ازاں که به ہندوستان آمد با میر شمس الدین فقیر ملاقات نمود بتکلیفِ میر مذکور باز شعر گفتن شروع کرد و دراں روز ہا حقیر تخلص از میر یافته و عروض و قوافی نیز از دیاد گرفته فخر شاگردیش دارد - سیزده سال پیش

؎ آقا محمد عاشق و رفیق بتری فروش و مرزا صبوح از شاگردان او بودند و از معتقدات اوست که بر شاعر واجب است که در غزل بسعدی شیرازی و در قصیده با نوری و در بزم و رزم بفردوسی و نظامی و در قطعه بابن یمین و در رباعی بعمر خیام اقتدا نماید در سنه سبعین و مائة الف (۱۱۷۰ھ) مشتاق لقائے رفیقِ اعلیٰ گردید ؎

گر مہر گویم گه جہت گر زہره گاہے مشتری | اما چو نیکو بنگرم تو از ہمه بالاتری
ہر عضو از عضو دگر باشد یسے زیبنده تر | نبود بایں خوبی بشر، حورے ندانم یا پری

(روز روشن صفحه ۶۲۸)

ازیں تبدیل تخلص کردہ خود بخود متخلص بہ متیر شد۔ حالا در کوچۂ سرائے مان در دارالخلافہ شاہجہان آباد فردکش۔ و مردِ غریب و دلچسپ بود و طرفہ تر اینکہ باوجودیکہ دیوان درست کردہ شعر درست بستہ میگوید اما کم علمیش چنیں است کہ ہنوز املا درست نمی تواند نوشت بجاے س، ث، د بجاے ط، ت، و ہم چنیں دیگر حروف ہا کہ قریب المخرج واقع شدہ اندمی نویسد بندہ دستخطِ او بچشم خود بر بیاضے دیدہ ام و بہ ایں عمر سرے بہ موسی نیز دارد و بپرسش در مشاعرۂ من کہ مرتبۂ دوم در شاہجہان آباد طرح انداختہ بودم ہمیشہ می آمد و غزلہاے ہندی و فارسی می خواند و دیوان پدر در دست داشت[1]۔

مکین۔ مرزا محمد فاخر مکین بزرگانش اہل خط بودہ اند و خودش از شاہجہان آباد است در ابتدائے شوقِ شعر یک دو بار اصلاحِ شعر از قتوت خاں کشمیری گرفتہ اما حالا دم از شاگردیٔ آغا عظیمائے اکسیر میزند مدت دراز بہ لکھنؤ رسیدہ گوشۂ عزلت اختیار کردہ نام بشاعری و متوکلی و کم سخنی و بیدماغی بر آوردہ۔ شاگردانِ بسیار از ہند و مسلمان و غریب و تونگر جمع ساختہ مزاجش بہ تحقیق لغت و صحتِ الفاظ و مستحضر داشتن عروض و قوافی بیشتر معروف است و شعر بدرجۂ اوسط درست بستہ میگوید البتہ شخصے بزرگ و محقق است[2]

---

[1] شبے کہ بر دلم آں ماہ پارہ می گزرد مرا شرارۂ آہ از ستارہ می گزرد

(صبح گلشن صفحہ ۴۶۳)

[2] در فتنۂ احمد شاہ درانی (۱۱۷۱ھ) بہ لکھنؤ آمدہ و در ۱۲۳۰ھ سفر بدار آخرت بستہ سو

گہ چوں سبو بمیکدہ بر دوش من درآ گاہے چو مے بہ شیشہ در آغوش من درآ

رقیباں گوش بر آواز واو درناز و من ترساں سخن گفتن چہ مشکل بود در جائے کہ من بودم

(شمع انجمن صفحہ ۴۱۶)

مخلص۔ انندرام مخلص قوم کھتری متوطن لاہور وکیلِ ذکریا خان ملازم نواب اعتمادالدولہ وزیر مرد فربہ و مالدار بود در وکیل پورہ عمار تہائے عالی شان ونظر فریب چوں مرقعِ تصویر داشت در ابتدا شاگردِ مرزا بیدل و بعدازاں بہ خانِ آرزو رجوع آوردہ دمراعاتِ بسیارے نسبت بہ خان مذکور کردہ دیوانش از نظرِ فقیر گذشت شعرہائے رنگین وآب دار دارد سلہ

میر۔ میر محمد تقی میر ہمشیرہ زادۂ سراج الدین خان آرزو۔ درفنِ شعرِ ریختہ مردِ صاحب کمال است کہ مثل او از خاکِ ہند دیگرے سر برنیاوردہ۔ چرخ پیر را سالہائے دراز چرخ باید زد کہ ہمچو شخصے را بروئے کار آرد۔ شعرِ ہندی را نسبت بدیگر شعرائے ریختہ گویاں بہ پاکیزگی و صفا گفتہ کہ فارسی گویاں را از رشکِ ریختہ اش خون در دل افتادہ بلکہ اکثر اشخاصِ موزوں طبع کہ ریختہ اش شنیدہ و مزۂ ایں زبان از زبان او دریافتہ کردہ فارسی گوئی را بر طاقِ بلند گذاشتند و توجہ بر ریختہ ریختہ اند در عہدِ فردوس آرامگاہ اکثر ارکان پایۂ تخت وکسانے کہ نسبت بسخن داشتند اورا تعظیم و توقیر بمراتب بہتر از دگراں میکردند۔ اکنوں کہ بایں خرابہ کسے درمیان نیست و زمانہ از قدرداناں بکلی خالی شدہ باوجود عیال داری توکل اختیار کردہ روے نیاز بہ ایں نوکیسہ ہائے چند نمی آرد، و ازبسکہ از ابنائے زمانہ کسے را مخاطب صحیح نمی پندارد سخن بہرکس وناکس نمی کند ازیں جہت اعزہ ادراکج خلق و برخود غلط و انصاف دشمن قرار مید ہند۔ صیت سخنوریش تمام اطراف ہندوستان را فرا گرفتہ، شعر ریختہ اش از کہ تامہہ برزبان دارند و صادر و وارد از دیارے بدیارے بطریقِ ارمغان برند۔ و ازبسکہ از ابتدائے سخن

سلہ مخاطب بررائے رآیاں در ۱۱۶۴ھ قالب تہی کردہ سو

بردسودائے سرِ زلف تو از خویش مرا — سفرے دور و دراز آمدہ درپیش مرا

یا بلبلان شریک فغان میشدم دے — نگذاشت فصل گل، بچمن باغباں مرا

(شمع انجمن صفحہ ۴۳۴)

گفتن نام بریختہ گوئی برآوردہ دعوائے شعرِ فارسی چنداں ندارد اگرچہ فارسی کم از ریختہ نمی گوید۔ می گفت کہ دو سال شغلِ ریختہ موقوف کردہ بودم دراں ایام قریب دوہزار بیت فارسی صورتِ تدوین یافتہ۔ ۵۱

منت ۔ میر قمرالدین منت کہ بقولش مولدش شاہجہان آباد است از عشیرۂ سادات حسینی در اولادِ سید عبداللہ مشہدی کہ بہ امام ناصرالدینِ سونی پتی شہرت دارد و در قصبۂ مذکور آسودہ است، جوانیست بزیورِ علم و حیا آراستہ و بکمالاتِ صوری و معنوی پیراستہ سلسلۂ بیعت بجناب قطب العصر حضرت مولوی فخرالدین نوراللہ مضجعہ درست ساختہ و سازِ مقاماتِ درویشی را بمضراب فقر و فنا بخدمتِ ایشاں نواختہ تا در شاہجہان آباد بود پیوستہ در حلقۂ مجلس آں حضرت میرسید و تاج سرے دولتِ ہزار میخی چوں آزادگاں برسر و دوش میکشید۔ از ایامے کہ بہ پوربِ رسیدہ وبخت بلندش یاوری کردہ اورا از حضیضِ عسرت باوج فراغت رسانیدہ وضع اندیشہ را برطاقِ بلند گذاشتہ لہذا اکثر یارانِ طریقت بیچارہ را بزباں می کردند و نمیدانند کہ آدمی برائے قوت چہا کہ نمیکند از تصانیفِ اوست جوابِ خمسہ نظامی دیوانِ غزل با قصاید وغیرہ قصۂ ہیر درانجا معجز الکمال در جوابِ سحر الحلالِ ملا آملی کہ ہنوز ناتمام است و در جوابِ گلستاں و بوستاں شکرستاں و چمنستاں۔ غرض کہ

---

۵۱ وفاتش در ۱۲۲۵ھ بتاریخ ۲۰ شعبان المکرم اتفاق افتاد و در قبرستان اکھاڑہ بھیم مدفون گردید نود سال عمر یافت ناسخ تاریخ گفتہ "واویلا مرد شہ شلوان"

کلام سعو

گفتم آں آتشِ سوزاں ز سر طور چہ شد — دل اشارت بجگر کرد کہ اینجا افتاد
گر باین رنگین خرامی بگذری از طرف باغ — سرو را شوق تماشا بیت برفتار آورد

شمع انجمن صفحہ ۴۱۴

مجموعهٔ اشعارش قریب صد ہزار بود، شخص پرگو است ؂

محتشم۔ محتشم خاں محتشم قوم کنبوہ ساکنِ شاہجہاں آباد شخص مسن و عمدہ معاش بودہ فقیر اورا در ابتدائے شاعری خود در قصبہ امروہہ دیدہ بود شعر بزبان ہندی و فارسی ہر دو میگفت۔ ؂

معنی۔ شیخ محمد مسعود معنی پسر حافظ محمد معصوم خوشنویس بادشاہی مردِ صوفی مذہب و درویش سیرت است بزرگانش از پنجاب آمدہ چندے در سودہرہ بودہ اند بعد ازاں در عہدِ فردوس آرامگاہ بہ شاہجہاں آباد توطن گزیدہ … در قوم نسبش بہ خاندان اہلِ قریش مے پیوندد و پدرش بعلاقہ خوشنویسی در حضورِ معلیٰ نسبت خوشنویسان دیگر عز امتیاز داشت۔ مشار الیہ دریں فن از تربیت یافتگانِ والد مرحوم خود است۔

؂ بوسیلہ مدح گورنر جنرل خطاب ملک الشعرائی یافت آخر بحیدرآباد رسیدہ دہ ہزار روپیہ صلہ یافت در کلکتہ بعمر چہل و نہ سالگی در ۱۲۰۸ھ در گزشت سو

نقدے بکف نبود بجز آبرو مرا — آنہم ز دست ریخت بپائے سبو مرا

رسمِ دیوانگی از حلقہ گیسوئے توخاست — شور محشر ز خرام قدِ دلجوئے توخاست

شمع انجمن صفحہ ۴۱۵

؂ ولد محمد اشرف خان بن دانشمند خان بن بہلول خاں دہلوی بہ نظر رابطہ موروثی بدربار محمد شاہ منصبے ممتاز بود و در ایام غدر نادر شاہ ایرانی از دہلی برآمدہ با مروہہ قیام گرفت و برا پسرے بود نامی شیخ احسان علی (نخبتہ التواریخ صفحہ ۱۰۸) مرد عمدہ معاش بودہ و شعر از واز نظر مولف گزشت

نیست غیر از یک نفس چوں ملک ہستی را قیام — ہمچو شبنم برسر برگ گیاہے ساختم

من ز چشم مے پرستش تا نگاہے ساختم — در بپائے جام رہ دیا گاہ گاہے ساختم

(جام جمشید نما قلمی)

دورِ مُلّائی و تدریس و تقریر و دقت رسی معنی اشعار دقِ مرزا جلال اسیر و زلالی وغیرہ۔ از آموختگان نظام خاں معجز سوائے نستعلیق بہ نیکو نوشتن خطِ شکستہ و ثلث دستے تمام دارد۔ ازانجا کہ طبعِ موزوں داشت خودہم بطورِ متاخرین بگفتن و نوشتن نظم و نثر زبان و قلم را فرسودہ از نتائجِ طبع آں بزرگ است۔ ۱؎

مظہر۔ کہ اسم شریفش مرزا جانِ جان است روزے وجہ تسمیۂ خود را پیشِ فقیر بیان کردہ اعنی اسم والد من مرزا جان بود و چوں در اواخرِ عصر خلد مکان قدم بعالمِ وجود گذاشتم و ایں خبر بسمع بندگانِ اقدس رسید ارشاد شد کہ نامِ ایں پسر جان جاں باید گذاشت۔ والہٰ داغستانی در ریاض الشعرا مرزا مزبور را از سادات علویہ نوشتہ و ایں غلط محض است چراکہ مرزا بقولِ صحیح از اتراکِ توران است و بعدِ فوتِ والد ماجدِ خود مال و اسبابِ فراواں کہ بدستش افتادہ بود بذلِ مجالس و دعوتِ یاراں نمود و در ہیژدہ سالگی ہمہ را پاک فروختہ کلاہِ درویشی بر سر گذاشت و بایکے از شیوخِ نقشبندیہ مجددیہ جذب فوائد کردہ خرقہ پوشید ازاں بار تا ہشتاد ۲؎ سالگی در کمالِ عزت و وقارِ بے نیازی گذرانید و از بادشاہ تا فقرا احدے نبود کہ آستاں بوسیش را موجبِ افتخارِ خود نہ دانست۔ و از بسکہ در ابتدائے شعورِ عشق در طینتش مضمر بود اکثر شعرِ عاشقانہ تعبیر کردہ، چنانچہ خود میگوید

مرا چہ جرم کہ پُر نالہ ام ز موزونی — غلط کنندہ عزیزاں بمصرعِ استاد

در عہدِ شاہ عالم بادشاہ کہ بسببِ بودنِ امیر الامرا ذوالفقار الدولہ بہادر در دہلی

۱؎ پدرش در عہد محمد شاہ دل از وطن بر کندہ در شاہ جہاں آباد توطن اختیار نمود سو

بے رخش سیرِ چمن لطف ندارد معنی — خم ہر شاخِ گلے در نظرم شمشیر است

طوق مانند اسیراں نہ مرا بایستے — حلقۂ زلفِ تو در گردنِ ما بایستے

۲؎ ہشتاد و چہار سالگی (صبح گلشن صفحہ ۴۳۱)

علوی اہل تشیع بیشتر بود ایں بزرگ مقتدائے متعصبان اہل سنت و جماعت گفتہ
مے شد شخصے از متعصبان اہل تشیع شب ہفتم محرم الحرام یک ہزار و یک صد و نود
پنج او را بگولۂ طپانچہ مجروح ساخت و صبحے عجیب ہنگامہ ازیں ماجرائے حیرت افزا
در تمام شہر بر پا شد ہیچ کس نبود کہ دندان تاسف بلب نرسانید غرض کہ متعلقانش
در حلے کہ تدبیر معالجہ اش رائے میزدند ذوالفقار الدولہ بہادر ہم گفتہ فرستاد کہ
قاتل شما را بہ تحقیق رسانیدہ و سزائے عملش درکنار او میگذارم اگر امر فرمود فرنگی ڈاکٹر
فرستادہ آید مرزا گفت قصاص برائے زندہ میباشد من خود مردۂ متحرک بودم اگر کسے مردہ را
کشت بردے چہ قصاص و معالجۂ خود بطور خود میکنم، صاحب خاطر جمع دارند۔ چوں
زخم بہ پہلوئے دل رسیدہ بود بروز عاشورہ طائر روحش از قفس عنصری پرواز کرد
جاں بری روئے نمود۔ ہر گاہ بعد فوتش یکے از نیاز مندان او در دیوانش فال کشود
ایں بیت برآمد۔

بلوح تربت من یافتند از غیب تحریرے　　کہ ایں مقتول را جز بیگناہی نیست تقصیرے

و وقت مجروح شدن ایں شعر حسب حال بر زبان مرزا گذشتہ بود۔

چہ خوش بردے دل تنگ مادرے واکرد　　خدا دراز کند عمر زخم کاریٔ ما

دیوانے مختصر از و یادگار است۔ اکثر موزوں طبعان فکر تاریخش کردند اما آنچہ از
خامۂ خیال فقیر حقیر مصحفی ترا دیدہ ایں است۔

چو مجروح شد مظہر بیکس دکو　　.........................

شب ہفتم ماہ عاشور بود آں　　کہ از خونش شدش سرزمین کربلائی

دراں رنگ ہم می چکد از بن او　　ز ہر قطرہ خون دل میرزائی

کسے از سلف ہم نہ بگذشتہ باشد　　بایں بید مائی بایں کبریائی

غرض در شب قتل شاہ شہیداں　　کہ جست از قفس مرغ روحش رہائی

مریدانش در حلقۂ غم نشستند　　ز پیراں برآمد خروشش جدائی

بر گش چنیں موکشادند حوراں　　شد از دیدۂ قدسیاں روشنائی

چو بشنید ایں واقعہ مصحفی ہم　　غمے خورد با وصف دیر آشنائی

فرد رفت در فکرِ تاریخ سالش — کہ تا سامعان را کند غم زدائی

پس از ساعتے سر زجیبِ تامل

بر آوردہ گفت آہ مظہر کجائی

۱۱۹۵ھ

مصحفی ۔ مؤلف ایں مجموعہ فقیرِ حقیر غلام ہمدانی کہ مصحفی تخلص میکند او را نیز لازم آمد کہ در ردیفِ میم اشعار خود را ہم زینتِ تذکرہ نماید تا بدیں واسطہ داخلِ حلقۂ مجلس یاراں باشد [1]

---

[1] آساں نہ بر رُخِ تو نظر دوختیم ما — جائے گداختیم و دلے سوختیم ما

بر خاک مریز اشکم اے چشم — بیدردا! چکیدۂ دل است ایں

چوں شکل خویش با تو گویم — باور نکنی، چہ مشکل است ایں

خمار بادہ است از چشمِ نرگسیں پیداست — تو شب بہ بزم کسے بودۂ چنیں پیداست

یقیں کہ در سرت اے گل خیال رعنائی — زتاب دادنِ آں زلفِ عنبریں پیداست

مگر ز غارتِ باغِ مراد می آئی — ز آستینِ تو یک دستہ یاسمیں پیداست

کدام شعلہ رخے مصحفی دوچار تو شد — کہ ہر نفس ز لبت آہ آتشیں پیداست

دامن از خاکم بناز آں شوخ برچیدی چرا — من ہماں خاکِ رہم از من تو ترسیدی چرا

مصحفی از عشق در کوئے فرو بگر نیستی — بے خرد دیوانہ در سوا نگر دیدی چرا

بگرتم کہ دراں دل کہ نقش یار نشست — محبتِ دگرے چوں فراز می گردد

نام عشق او مبرا اے مصحفی — در مقامِ رشک بودن خوب نیست

قاصدے رفتہ ام از کوئے کسے می آید — مے طپد دل کہ صدائے جرسے می آید

من نہ آنم کہ بہ ترکِ غمِ جاناں گویم — تیر غم دم زد تا نفسے می آید

شاید امروز گذر کرد بہ گلشن صیاد — نالۂ تازہ ز کنجِ قفسے می آید

من کجا و طرفِ لالہ و گل دیدن آہ — درد دل از سیرِ گلستاں ہوسے می آید

(مسلسل)

• بقیہ حاشیہ

ہمرہ محمل لیلیٰ دلِ نالانِ کسے است　　خلق را وہم کہ بانگ جرسے می آید
(نسخہ رام پور)

مضطر:- کرپا دیال عرف کنور سینق المتخلص مضطر خلف الصدق دیوان بینی پرشاد برادر زادۂ دیوان بھوانی پرشاد قوم کائستھ سکینہ عمدۂ خاندان است - اصلش از شاہ جہان آباد و خود در لکھنؤ نشو و نما یافتہ جدش کہ دیوان چھوٹامن داس نام داشت در دارالخلافۂ دہلی دیوانِ خزانۂ عامرہ و پیشکار پنج ہزار مغلیہ بود برفاقتِ نواب سعادت خاں جنگ بہادر برہان الملک جنت آرام گاہ بہ خدمات و عمارات گذاشتہ در لکھنؤ آمد ہم چنیں جا در محلۂ کٹرہ رائے احداثِ مکان نمود تا عہدِ نواب منصور علی خاں بہادر و راجہ نول رائے بخدمات نیابت و پیشکاری با بخوبی بسر بردہ و عم و برادرش نیز ہمیشہ عمدۂ روزگار ماندہ - چنانکہ در عہد نواب آصف الدولہ بہادر وزیر ابن وزیر کہ راجہ بھگوان داس صوبہ دار کٹھیر شدند و ہمیشہ کارہائے عمدہ کردہ آمدہ داد خود ہم خدماتِ لائقہ نمودہ می نماید تا انساں کہ سنہ یک ہزار و دو صد و سیزدہ ہجری عمرش بست و پنج سالہ جوان خوش خو و سلیم و آراستہ مزاج و متواضع و خلیق نیاز مندان درویشاں بلکہ خاکپائے ایشاں و خادمِ علما و فضلا طالبِ صادقِ فصحا و بلغا درد مند درویش خدا پرست خدا ترس باوجودِ عینِ شباب از عمر شا نزدہ سالگی بتقضائے داد آبیٰ از شراب داز جملگی مسکرات منہیات توبہ کردہ داز افعالِ شنیعہ اجتناب دارد در سیاق و انشا پردازی کہ خاصہ است چنانکہ باید دستے تمام دارد - و حالا شوقِ تحصیلِ علمِ عربی و حکمت دامنِ دلش کشیدہ و بمقتضائے موزونیٔ طبع و مناسبتِ مزاج کہ با حسن و عشق سرے دارد گاہ گاہے شعرِ فارسی و ہندی نیز چوں نالۂ آہ کردہ و از دلِ پر درد برزبان قلم می آرد و مسوداتِ ہر دو نیز می دارد - اشعار ہندیش در تذکرۂ ہندی درج اند　بطرفِ فارسی رغبتے دارد و یکے از راسخ الاعتقادانِ یک رنگِ فقیر است - مذاقش از کلامش ہویدا۔

حرف النون

نیرؔ۔ شجاع خاں نیرؔ برادر زادۂ نواب سید صلابت خاں بہادر ذوالفقار جنگ بود در وقتِ فردوس آرام گاہ از صفاہان بہ دارالخلافہ رسیدہ از علومِ عربی نیز پارۂ خبردار بود و در شعر پنجہ باگذشتگاں کردہ ۔ دیگر احوالش غیر ازیں معلوم نیست کہ بعالمِ بقا شتافتہ۔

ندیم ۔ میرزا ذکی ندیم ۔کہ با قہرمانِ ایران یعنی شاہ شاہان نادرشاہ طریقِ مصاحبت نمودہ بود و حرمتش بدرجہ بود کہ پاے کرسیٔ شاہ گلیم براے نشستن فرش میکردند و عبدالباقی خاں کہ وزیرِ شاہی بودہ است مرزائے مذبور را عریضہ می نوشت بلکہ روز فتح قندہار قلیان روبروے شاہ کشیدہ ۔ بقولے در نجفِ اشرف وفات یافت ۔گویند قبرِ آدم علیہ السلام در نجف اشرف است ، میرزاے مذبور در شانِ حضرت امیر علیہ السلام مثنوی گفتہ وایں مقدمہ را در دو بیت ادا نمودہ ۔سلہ

نکہت ۔محمد یوسف برہان پوری گفتہ می شود و ہمیشہ در زمانۂ بادشاہانِ ماسبق بعیش و عشرت و عزت و حرمت بسر بردہ درعہدِ فردوس آرامگاہ بخطابِ مظفر خاں سرمباہات بچرخِ بریں سودہ مدتے گذشتہ کہ دو مثنویش در بحر ہزج یکے در تعریف فصلِ بہار و یکے در تعریفِ ہولی بنظرِ فقیر در آمدہ بود دراں ہر دو مثنوی تلاشہاے

سلہ ندیم بمنادست نادرشاہ رسید واز قہر جبروتش ہردم برخود می لرزید تاآں کہ اجازت نجف اشرف گرفت و دراں بقعہ علیہ اقامت گزیدہ سنہ اثنین و خمسین از مایۃ ثانی (۱۱۵۲ھ) بعالم بقا رفت ۔ مثنوی دُرِ نجف تصنیف اوست سو

ہر قاصدے کہ برُد بجاناں پیام ما | اول زنگ کرد فراموش نام ما

کسے بحال کس از بیکسی نمی سوزد | بمدعائے دل روزگار می سوزم

(صبح گلشن صفحہ ۵۱۳)

نمایاں دارد۔ وایں شعر او کہ مشہور است از خزانۂ عامرہ نوشتہ شد ؎۱

نیازی۔ تخلص احمد مرزا و صفویست از بوست۔ ؎۲

نظام۔ نواب عماد الملک نظام تخلص کہ ذکرِ کمالاتِ ظاہری و باطنیِ ایشاں از بس شہرتِ بسیار دارد محتاجِ بیان نیست در شعر فہمی و شعر گوئی نظیرِ خود نہ دار داز نتائجِ طبعِ آں بزرگوار آنچہ بہم رسیدہ ایں است ؎۳

؎۱ نکہت۔ از نزاد طائفۂ چک باشد کہ پیش از عہد اکبری سلاطین کشمیر بودند۔ از پیشگاہ محمد شاہ بادشاہ مخاطب بہ سخنور خاں بود ؎

نہ گرد در نعمتِ دنیائے دوں بے کشمکش حاصل ∗ بگردوں خیمہ را چندیں طناب افتد کہ برخیزد

بغیر من کہ بتن نقشِ بوریا دارم ∗ الٰہی کشیدہ کہ دارد قبائے عریانی

(شمع انجمن صفحہ ۴۵۷)

؎۲ نیازی۔ اصفہانی خلف سید مرتضیٰ از احفاد سلطان العلما خلیفہ سلطان صفوی است ؎

بیک کرشمۂ زلیخا وشے دل مارا ∗ چناں ربود کہ یوسف، دل زلیخا را

بیا کہ آمدنت باعثِ شفائے من است ∗ مریض ہجر توام، دیدنت دوائے من است

(روز روشن صفحہ ۷۲۶)

؎۳ زجوش اشک کمن در دامن مژگاں لآلی را ∗ کہ در مردم نباشد اعتبارے دستِ خالی را

دا بیکدم عقدۂ عمرے ازاں شمشیر شد ∗ تیغ کج گر راست بُرسی ناخن تدبیر شد

(شمع انجمن صفحہ ۴۶۲)

حرف الواو

وجدان - میر معصوم نام که عالی نسب خاں خطاب داشت خلف میر محمد زماں راسخ سرہندی است بامیر کلاں قدس سرہٗ سلسلۂ نسبش میرسد، مدتے برفاقت نواب سیف الدولہ عبدالصمد خاں ناظم لاہور و ملتان عز امتیاز داشت - مثل پدر خود شاعر سرمایہ دار بودہ قصائد و دیوان و مثنوی وغیرہ ہمہ دارد از شصت متجاوز عمر یافتہ مدفن او در لاہور است۔ ؎۱

والی تخلص حسر بودہ راجہ پتر چند خزانچی نواب وزیر مرحوم مسنماب رائے نام دارد و بزرگانش سکنہ دہلی بودہ اند خودش در لکھنؤ نشو و نما یافتہ - جوانیست بحسن وجاہت آراستہ و باخلاق نیکو پیراستہ - از انجاکہ در قوم بانیہ اگروال است اوقات را بخوبی بسر می برد و استفادۂ شعر از مرزا محمد فاخر مکین کردہ دیکند دیوانش از نظر فقیر گذشت تخمیناً مجموعۂ دو ہزار بیت مع سہ چار قصائد و رباعی وغیرہ دیدہ شد - در غزل بطرز بابا فغانی علیہ الرحمۃ قدم می گذارد و ہمت بتلاش شعر عاشقانہ می گمارد آفریں. بر ہمتش عمرش بیست و پنج سال خواہد بود -

وفا - قمی مرزا اشرف الدین علی خاں نام دارد و مولد و موطنش دار المومنین قم است اگرچہ پدرش سید شرف الدین نامش گذاشتہ بود اما گویند کہ یکے از خواتین ایران اورا

؎۱ بہ آزار فالج یا لقوہ در ماہ جمادی الثانی سن ۱۱۶۰ھ ہزار و صد و شصت رحلت کرد۔

دلے بیار و بہ میخانہ عاشقانہ درآ | بگو کہ شیشہ فروشم بایں بہانہ درآ
بسیر باغ اگر می رود آں طفل می ترسم | بگل از بسکہ ہمرنگ است در گلزار گم گردد۔

(مردم دیدہ صفحہ ۱۰۶)

بعزّ زندی برداشته به آقاسی بیگ ملقب ساخته۔ در اوائلِ عہدِ احمد شاہ در یک ہزار و یک صد و شصت ہجری بہ ہند آمدہ و بہ امراء این جا رابطۂ دوستی بہم رسانید اوقات بخوبی میگذرانید میانِ او و والہ اصفہانی کار رازِ دوستی بہ برادری کشیدہ بود پیوستہ شام و چاشت یکجا میکردند و بواسطۂ خان مذکور چندے واردنگی.... دارالخلافہ شاہجہان آباد نیز بنام مرزائے موصوف قرار یافتہ بود۔ شانزدہ سال در ہندوستان بسر بردہ مدتِ بست و دو سال شدہ کہ بوطنِ مالوفِ خود رفتہ ہمانجا قیام دارد اشعارِ او از مرزا صفی الدین خان صفاہانی کہ خلف الصدقِ آن بزرگوار است گرفتہ داخلِ تذکرہ کردہ شد۔ [۱]

وداد۔ کہ مرزا محمد زمان نام دارد در عرف سلیمان قلی خانش می گفتند جدش اصفہانی بود خودش در شاہجہان آباد نشو و نما یافتہ مذہب اثنا عشری داشت ہمراہ نواب موسوی خان مرحوم بعزت ہرچہ تمام تر بسر می برد۔ بدر ماہہ سہ صد روپیہ امتیاز داشت۔ شعر را چون گوہر آبدار بخوبی و صفائی تمام در سلکِ نظم کشیدہ [۲]

واقف۔ کہ نور العین نام دارد پسر قاضی امانت اللہ بٹالوی از مشاہیر شعرائے ہند گذشتہ۔ اگرچہ جامعِ جمیع علوم متداولہ بود اما نازشِ خود بر زبانِ خود داشت و الحق

---

[۱] در عہد محمد شاہ بادشاہ در حیدر رسید و در سنہ ہزار و دو صد بساط زندگی در نوردید ؎

یار آمدہ بود بر سرِ مہر بے مہری روزگار نگذاشت

بہ بیقدری چہ باشد حال آن صیدے کہ صیادش بجرم این کہ می نالید کرد از دام آزادش

(روز روشن صفحہ ۷۶)

[۲] میکشی نیست شعارِ دلِ غم پرورِ ما خونِ ما بادۂ ما، دیدۂ ما ساغرِ ما

جلوہ اش در نظر و حسرتِ دیدن باقیست گو دلم نیست بجا، شوقِ طپیدن باقیست

(صبح گلشن صفحہ ۵۸۹)

که دیوانے درکمالِ شستگی و بزرگی بطرزِ متقدمین دارد، اشعارش در ہمہ جا اطرافِ ہندوستان مشہور است و پیشِ دانایان این فن نامش بیکتائی مذکور۔ در وقتے که احمدشاه ابدالی به ہندوستان آمده با بھاؤ و سردارانِ دکن ہنگامۂ بگیر و بہ بند و بکش گرم ساخته اکثر مرزایان دفتر مثل مرزا عبدالہادی لاری عشرت اصطلاح[1] طلبے بہ الہ وردی خاں مخزن و نیز بقولے حیرت شاملو ہراتی و دیگر مرزایانِ دفتر دیوانش را نوشته برغبتِ تمام باخود بردند چنانچه الحال در ہرات و سیستان رائج است عمرش قریب بصد رسیده باشد[2]

وفا۔ وزیر زادۂ تبریز

واصلی۔ عرف مرزا امامی بزرگانش بقول[3] خودش اہلِ ایران بوده اند لہذا واصلی تخلص گذاشته چنانچه گوید بیت

واصلی را چه غم از سختیٔ ایام فراق رشتۂ بندگیش راچو بواصل بستند

و در علمِ موسیقی و تیر اندازی شوق تمام دارد و نیز در علم ہندیان یعنی سنسکرت خوض بسیارے کرده۔ مردِ صاحبِ کمال است بمقتضائے صفائی طبع شعر راہم در عالمِ جوانی بپاکیزگی گفته و از نظرِ میر شمس الدین فقیر گذرانیده۔ گاه گاہے حالاہم چیزے موزوں میکند

---

[1] و ن اصطلاح داں

[2] و مشق سخن از نظر میر محمد معصوم وجدان گزرانید بعد معاودت حاکم از سفر حجاز ہر دو باتفاق باورنگ آباد رسیده آخرکار در ۱۱۹۵ھ خمس و تسعین و مائۃ والف بگلشن فردوس آرمید سو

از شگفتن ہا چه می پرسی من دیگر را خنده می آید بحالم غنچۂ تصویر را

باکه گویم درد پنہانی که شبہائے فراق کس بمن ہم خانه از صورت دیوار نیست

(نتائج الافکار صفحہ ۷۵۸)

[3] و ن وخودش از شاه جہان آباد است چوں دستِ بیعت بدست مبارک شاه واصل داده بود لہذا واصلی تخلص گذاشته الخ

عمرش قریب هفتاد خواهد بود فقیر او را در لکهنؤ دیده بود۔ و دیوانش نیز پیشِ اوست مشارالیه از رفقائے شیر افگن خان باسلی است بجنابِ میر شمس الدین فقیر استاد خود و قتیکه ملازم نجفِ اشرف بودند نوشته ؂ رباعی

زود است که با مرادِ دم ساز آئی ۔۔۔ با اہلِ نجف ہمدم و ہمراز آئی
قربانِ سراپائے تو گردم ہر گاہ ۔۔۔ قربانِ شہِ نجف روی و باز آئی

واله ۔ داغستانی ۔ اصلش داغستان و مولدش اصفهان است نسبش به عباس عم رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرسد چنانچه خود دریں شعر می آرد۔

دارد ز زلفِ کسوتِ عباسیاں ببر ۔۔۔ از دودمانِ ماست رُخ دلستانِ ما

اگرچه در عربی میزان درست نکرده بود اما در فصاحت و بلاغتِ شعر یدِ بیضا داشت و در وجاهتِ ظاهری بے نظیر افتاده بود۔ شیخ مرحوم و مرزا جعفر راهب هر دو مجروحِ تیغِ محبتش بودند اکثر چیزها در فنِ شعر بوے آموختند اما بیشتر از مرزا جعفر مستفید بود و به شاگردئ او اشتهار داشت ۔ و دریں عالمِ شبابِ خودش سر با خدیجه سلطان بنتِ عمِ خودش نردِ تعشق می باخت و تنها در محلاتش رفته گریۂ بے اختیار سر میداد مدتے چندیں وطیره بگذشت چوں کارش به رسوائی کشید و از آمدن دراں محله ممنوع شد بلکه بیم جاں روے نموده چار ناچار از دستِ بیقراریِ عشق تنگ آمده شدایدِ سفر را بر خود اختیار نمود تا آنکه به هندوستان آمد و بملازمتِ حضرت فردوس آرامگاه مشرف شده بخدمتِ میر توزکی و منصب چهار هزاری سرافرازی یافت۔ میر شمس الدین فقیر عباسی قصۂ عشق او با خدیجه سلطان بحسبِ ایماے وے در سلکِ نظم کشیده و آں کتاب را موسوم به واله و سلطان گردانیده و خانِ مذکور در تذکرۂ خود که ریاض الشعرا نام دارد میر را بخوبی یاد کرده بلکه به پیری می[۱] رسید۔ بالآخر در وقتِ احمد شاه از دارالخلافه برآمده در شهرے از توابعِ صوبۂ اوده رخت از جهان فانی بربست و بقولے در دهلی

---

[۱] ن می رسید

دریک ہزار ویک صد و ہفتاد [1]

وافی۔ حاتم بیگ وافی اصلش از شاہجہان آباد شاگردِ میر شمس الدین فقیر فکرِ شعرِ ہندی و فارسی ہر دو بیکدرا ما در ہندی مرثیہ گوئی بیشتر میگوید و دراں فاطمی تخلص میگذارد۔ [2]

وفائیؔ۔ زبردست خاں وفائی از اولادِ علی مردان خاں کہ در دہلی نہر آوردہ بود۔ جوانِ غریب و با تواضع است فقیر او را در لکھنؤ دیدہ۔ [3]

---

[1] در اصفہان در ۱۱۲۳ھ متولد شدہ میر آزاد نوا کہ یا در لاہور دیدہ و ترجمہ حافظ او در خزانۂ عامرہ نوشتہ در ۱۱۷۰ھ در شاہ جہان آباد ودیعت حیات سپرد سو

گر جاں رودم ز تن نخواہم مردن | در خاک شود بدن نخواہم مردن
گویند علی قلی بمرد این غلط است | اوہام تو مُرد من نخواہم مردن

(شمع انجمن صفحہ $\frac{۱۹۱}{۱۹۲}$

[2] نسبت بیرگی و شاگردی با میر شمس الدین فقیر دہلوی دارد سو

نہ کنم گوش کلامے کہ ز پیغام تو نیست | نہ برم نام حدیثے کہ در و نام تو نیست
در السالم کہ نہ دینے و دنیائے ہست | من کجا و سر سودائے تو سودائے ہست

(صبح گلشن صفحہ ۵۸۲)

[3] طبعش یا الواع افکار بفکر نظم ہم وفائی نمود سو

برمی دارید تا بوتم چرا از کوئے او | آں کہ خونم ریخت کے بہر نماز آید بروں

(صبح گلشن صفحہ ۵۹۶)

حرف الہا

ہادیؔ - شاعرِ ریختہ گو است درزبانِ ہندی تصنیفاتِ چند دارد و گاہ گاہے خیال شعر فارسی ہم می کند۔
ہجری - صفاہانی مرزا ابوالقاسم نام دارد، ایں بزرگ درقوم سید بصری[1] است

گردِ ہادیؔ کہ از غبارِ من است[2] گردِ کویت ہنوز می گردد

ہما۔ مولوی عطاء اللہ ہما استادِ مرزا جان بیگ سامی کہ ذکرش برصدر گذشت مولد و موطنش کشمیر است گویند مردِ با فضل و کمال و شاعر زبردست بود[3]
ہاتف - مرزا بوعلی ہاتفؔ مولد و موطنش اصفہان قومش مغل است صاحبِ ریاض الشعرا اورا نوادۂ مرزا اسمٰعیل ایما نوشتہ وہم ازاں کتاب است کہ دوسالہ

---

[1] میر ابوالقاسم ابن آقا محمد صادق - در ساختن شمشیر ید طولیٰ داشت سو

اے دوست اگر با تو نشینم میرم — دراز تو مفارقت گزینم میرم
القصہ چنانم کہ رُخِ خوب تُرا — بینم میرم دگر نہ بینم میرم

روزِ روشن صفحہ ۷۷۲

[2] میر محمد جواد دہلوی

[3] مولوی عطاء اللہ کشمیری

حالِ دل را کہ درآں حلقۂ مو میداند — ہرکہ در دام بلامی فتد او میداند
صبح گلشن صفحہ ۶۰۷

بہندوستان رسیدہ وہم اینجا کور سوادی بہم رسانده چوں طبعش موزوں افتاده بود ہر چہ میگفت بخدمت استاد فاضل الشعرا میر افضل ثابت برائے اصلاح می برد آخرہا از صحبت میر شمس الدین فقیر مستفید شده، گویند درایامے کہ رفیق نواب صفدر جنگ بود روزے نواب مذبور برائے ایں مصرع :-

ماراچہ ازیں قصہ کہ گاؤ آمد و خر رفت

رسانید و مورد تحسین و آفریں گردیده صلۂ خلعت واسپ در جائزه ایں مصرع گرفت - و در وقتِ نواب شجاع الدولہ بہادر بدر ماہہ سہ صد روپیہ عزامتیاز داشت وہمراہ میر محمد نعیم خاں رفیق بود - فقیر او را در لکھنؤ دیده - عالی دماغیش زبان زدِ خاص و عام است - عمرش از ہفتاد تجاوز دارد - [1]

---

[1] نبیرۂ میرزا ابراہیم ایما - در زمانہ شاہی محمد شاہ بادشاه دہلی ہمراه پدر خود بحالت صبا از اصفہان بہ ہندوستان رسیده و آخر مائۃ ثانی یا اوائل مائۃ ثالث عشر بعمر ہشتاد سال در شہر لکھنؤ زیر زمین منزل گزید سه

دارم از ہر بن مو، دیدۂ گریانے چند | دل و جاں میرود امروز بلو فانے چند

نماند پیش تو یارا زبان گویائی | چو بوئے گل ہمہ گوشیم تاچہ فرمائی

(روز روشن صفحہ ۷۷)

حرف الیا

یوسف۔ یوسف بیگ یوسف تخلص پسر شاہ بیگ خاں کابلی در علمِ طب و نجوم بقدر مہارتے داشت۔ در شاہجہاں آباد در گذشت۔ لو

لو محمد اشرف خاں میر منشی اور ان شاگردی برداشتہ عزیز تر میداشت حیف کہ در جوش بہار جوانی پیرہن عنصری گزاشت و مادہ تاریخ وفاتش ایں مصرع اشرف خاں۔

(ع) کجا شد یوسفِ مصر عزیزاں۔ کلام یوسف ایں است سے

خوش آں کہ جائے عیش بمیخانہ ساختۂ | در پائے خم بساغر و پیمانہ ساختۂ
گفتم کہ جا بدیدۂ من کن، بناز گفت | در رہگذار سیل، کسے خانہ ساختۂ

صبح گلشن صفحہ ۶۱۷

خاتمہ

مشتمل بر اشعار بعضے دانشمنداں کہ بمقتضائے موزونی طبع چیزے از ایشاں موزوں شدہ و مرادِ ایشاں در کمالات اظہارِ کمالِ شاعری نبودہ لہٰذا تخلص نہ گذاشتہ بطورِ بیاض بہ تحریر می آید

شعر مولوی فخر الدین صاحب نور اللہ مضجعہٗ:۔

بادلم نرگس شہلائے تو غوغا دارد | جنگ دیوانہ و مست است تماشا دارد

میر محمد حسین لندنی

۱۲۰۰ستاره بد شد و آن نام ماده [illegible]

[illegible]

بخط احقر العباد مود [illegible] سنہ ۱۲[illegible]ھ
یوم دوشنبه برطبق فرمائش منشی شیونرائن صاحب در حویلی مرزا جنگلی تحریر
یافت۔